آسان اصولِ حدیث
''السعی الحثیث'' اصولِ حدیث کے موضوع پر حضرت مولانا محمد انور بدخشانی صاحب زید مجدہم کی مختصر و جامع فارسی تالیف ہے، جس کی افادیت کے پیشِ نظر مولانا مفتی محمد ولی درویش رحمہ اللہ نے پشتو زبان میں ''الجهد الأثيث'' کے نام سے اس کا ترجمہ فرمایا تھا، جسے اردو قالب میں ڈھالنے کی ایک کوشش کی گئی ہے۔
اردو ترجمہ
محمد عمران ولی
جامعۃ العلوم الاسلامیۃ
علامہ بنوری ٹاؤن کراچی
اسلامی کتب خانہ
علامہ بنوری ٹاؤن کراچی 021-4927159

آسان اصولِ حدیث

"السعی الحثیث" اصولِ حدیث کے موضوع پر حضرت مولانا محمد انور بدخشانی صاحب زید مجدہم کی مختصر و جامع فارسی تالیف ہے، جس کی افادیت کے پیشِ نظر مولانا مفتی محمد ولی درویش رحمۃ اللہ علیہ نے پشتو زبان میں "الجہد الأثیث" کے نام سے اس کا ترجمہ فرمایا تھا، جسے اردو قالب میں ڈھالنے کی ایک کوشش کی گئی ہے۔

مترجم

محمد عمران ولی

جامعۃ العلوم الاسلامیۃ
علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن
کراتشی-۷۴۸۰ ، پاکستان

ناشر

اسلامی کتب خانہ

نزد جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

نام کتاب : آسان اصولِ حدیث
مترجم : محمد عمران ولی
کمپوزنگ : عبدالرؤف، محمد امین
صفحات : ۱۱۸/ایک سو اٹھارہ
طباعتِ اوّل : ربیع الثانی ۱۴۳۰ھ - ۲۰۰۹ء
تعداد : گیارہ سو
ناشر : اسلامی کتب خانہ

اسٹاکسٹ
اسلامی کتب خانہ
نزد جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی
فون: 021-4927159

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دعائیہ کلمات

جانشینِ محدث العصر علامہ بنوریؒ، بقیۃ السلف حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر صاحب دامت برکاتہم العالیہ

مدیر و شیخ الحدیث جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

Jamiat-ul-Uloom-il-Islamiyyah

Allama Muhammad Yousuf Banuri Town

Karachi - Pakistan.

جامعۃ العلوم الاسلامیۃ

علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن

کراتشی ۷۴۸۰۰ - باکستان

Ref. No. ___________

Date ۲۸ / ۳ / ۱۴۳۰ھ

۲۶ / ۳ / ۲۰۰۹ء

نحمده و نصلى على رسوله الكريم وعلى آله و صحبه اجمعين

أما بعد:

حضرت مولانا مفتی محمد ولی درویش رحمہ اللہ ہمارے اُن رفقاء میں سے تھے جو فی الواقع اپنے طرزِ معاشرت میں درویش صفت انسان تھے، علمی ذوق، دینی حمیت اور مسلکی تصلّب ان کا امتیازی وصف شمار ہوتا تھا، وہ دعوت وارشاد کا چلتا پھرتا شعبہ کہلانے کے حقدار تھے، آپ نے مختلف موضوعات پر متعدد علمی یادگاریں چھوڑیں ہیں جن مین سے ایک یہ مجموعہ بھی ہے، جو اصولِ حدیث کے موضوع پر منفرد انداز کی آپ نے ایک کوشش فرمائی تھی، جس کی ترتیب نو اور اردو ترجمہ کا اہتمام ان کے صاحبزادے مولوی محمد عمران ولی -حفظہ اللہ- نے کیا ہے اس مجموعے پر جامعہ کے کبار اساتذہ کی تقریظات بھی ہیں۔

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس مجموعے کو امت کیلئے فائدہ مند بنائے۔ مولانا مفتی محمد ولی درویش رحمہ اللہ کے لئے صدقۂ جاریہ بنائے اور ان کے صاحبزادے مولوی عمران ولی کے علم وعمل میں برکت وترقی نصیب فرمائے آمین۔

و صلى الله و سلم على سيدنا و مولانا محمد و على آله و صحبه اجمعين.

والسلام

عبدالرزاق اسکندر

مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر

مہتمم

جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

P.O. Box: 3465 Karachi Code No. 74800, Phone: (0092-21) - 4913570 - 4912683 - 4915966 - 4123366 - 4121152
Fax: (0092-21) - 4919531, Karachi Pakistan. URL: www.banuri.edu.pk., E-mail: info@banuri.edu.pk

کلماتِ بابرکات

محقق ومدقق، تلمیذ حضرت مولانا حسین احمد مدنی علیہ الرحمۃ، حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالحلیم چشتی صاحب دامت برکاتہم
فاضل دارالعلوم دیوبند
ونگران شعبۂ تخصص فی الحدیث جامعہ علوم اسلامیہ

الحمد للّٰہ و کفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفی، امّا بعد:

جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوریؒ ٹاؤن کے استاذِ حدیث مولانا محمد انور بدخشانی صاحب کے فارسی زبان میں اصولِ حدیث کے متعلق رسالے ''السعی الحثیث'' کا پشتو ترجمہ مولانا مفتی محمد ولی درویش رحمہ اللہ (۱۹۴۴ء-۱۹۹۹ء) نے کیا تھا، جس کو اب مفتی ولی صاحب رحمہ اللہ کے فرزندِ ارجمند مولانا عمران ولی نے اردو کا جامہ پہنایا ہے، یہ ایک اچھی خدمت ہے اور جامعہ کے استاذانِ حدیث کی تقریظیں اس پر شاہدِ عدل ہیں، اس عاجز سے بھی مولانا عمران نے لکھنے کیلئے کہا لیکن استاذانِ حدیث کی تقریظوں کے بعد اب اس رسالے کے متعلق مزید لکھنے کی حاجت نہیں، اللہ تعالیٰ انہیں خیر کے کاموں کی مزید توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

یہاں یہ بات یاد رکھنے کے لائق ہے کہ اس رسالے میں اور اصولِ حدیث کی دیگر کتابوں میں جو اصول بیان کیے جاتے ہیں، حدیث کی ٹیسٹنگ (Testing) کے یہ تمام اصول اہلِ اثر (اہلِ حدیث) کے ہیں، اہلِ نظر (فقہاء) کے نہیں، جیسا کہ حافظ الدنیا حافظ ابنِ حجر رحمہ اللہ (۷۷۳ھ-۸۵۲ھ) نے اس کی تصریح بھی کی ہے چنانچہ حافظ صاحب شرح نخبۃ الفکر میں رقم طراز ہیں:

"فان التصانیف فی اصطلاح أهل الحديث قد كثرت للأئمة فی القديم و الحديث......الخ"

(نزهة النظر فی توضیح نخبة الفکر ص ۱۳ قدیمی)

''اہلِ حدیث کی اصطلاحات (حدیث) کے متعلق ائمۂ متقدمین ومتاخرین کی تصانیف بہت ہیں''

اسی مناسبت سے حافظ صاحب نے اپنی اس کتاب کا نام بھی "نزهةُ النظر فی توضیح نخبة الفکر فی مُصطلحِ اهلِ الأثر" رکھا ہے۔

فقہاء کے ہاں حدیث کی ٹیسٹنگ (Testing) کے اصول وہ ہیں جو ائمۂ مذاہبِ اربعہ (حنفیہ، مالکیہ، حنابلہ اور شافعیہ) نے اپنے اصول کی کتابوں میں "کتابُ السنّۃ" کے تحت بیان کیے ہیں، ہمارے نصابِ تعلیم میں اصولِ حدیث کے مختصرات کا رواج اسی وجہ سے ہے کہ اہلِ حدیث کو انہیں کی مصطلحات میں جواب دیا جاتا ہے۔ شیخ الاسلام ابوعمرو عثمان بن صلاح رحمہ اللہ (۵۷۷ھ-۶۴۳ھ) کی کتاب "مقدمة ابن الصلاح" کے بعد ان اصطلاحات کا استعمال عام ہو گیا، اسی لئے ہمارے مشائخ نے بھی انہی کی زبان میں ان کو جواب دینے کیلئے یہی اصطلاحات استعمال کیں، یہی وجہ ہے کہ وہ صحیح احادیث جو فقہائے مجتہدین کے اصول سے ٹکراتی ہیں، انہیں معلول قرار دے کر بتا دیتے ہیں کہ یہ اس وجہ سے قابلِ عمل نہیں ہیں، لہٰذا وہ احادیث جن کے متعلق بالعموم سوالات کیے جاتے ہیں ان کے جوابات مذاہبِ اربعہ میں سے ہر ایک کی "کتابُ السنّۃ" میں موجود ہیں۔

انہی وجوہ سے مذاہبِ اربعہ کے باہمی اختلافی نقطۂ نظر کو واضح کرنے کیلئے شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ (۱۱۵۹ھ-۱۲۳۹ھ) نے ایک مستقل رسالہ لکھا ہے جو ان کے فتاوٰی میں "بیانِ مآخذِ مذاہبِ اربعہ" کے عنوان سے مذکور ہے، (فتاوٰی عزیزی، ص ۴۲۹، ایچ ایم سعید)

اور مولانا محمد انور بدخشانی صاحب نے مولانا عبدالرشید نعمانی رحمہ اللہ (۱۳۳۳ھ-۱۴۲۰ھ) کے کہنے پر اصولِ سرخسی سے انتخاب کر کے "اصول الحدیث للامام السرخسی المنتقٰی من کتابه الشهیر اصول السرخسی" شائع کی ہے، مولانا بدخشانی صاحب اپنی اس کتاب کی وجۂ تالیف بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

"ان شیخی اجازةً الشیخ عبد الرشید النعمانی -رحمه اللّٰه تعالیٰ- امام الحدیث و رجاله و امیر علماء عصره فی النقد و الجرح و التعدیل أمرنی بانتقاء هٰذهٖ الاصول من "اصول السرخسی

المشار اليه". فلمّا و صلتُ الى الانتهاء و فرغت عن الانتقاء قدّمتُ المسوّدة لديه فأشار بحسن الانتخاب اليه......"

(اصول الحديث للامام السرخسیؒ، ص ٦، بیت العلم کراچی)

میرے شیخ (جن سے مجھے اجازتِ حدیث حاصل ہے) علمِ حدیث و رجال کے امام، نقد اور جرح و تعدیل میں اپنے ہم عصر علماء کے سرخیل (مولانا) عبد الرشید نعمانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے مجھے (امام ابو بکر محمد بن احمد سرخسی رحمہ اللہ (التوفی ۴۸۳ھ) کی کتاب) اصولِ سرخسی سے اصولِ (حدیث) کے انتخاب کا حکم دیا، (چنانچہ ان کے حکم کی تعمیل میں) جب میں نے کام پایۂ تکمیل تک پہنچایا اور انتخاب کے عمل سے فارغ ہوا تو مسوّدہ مولانا نعمانی رحمہ اللہ کی خدمت میں پیش کیا، مولانا نے حسنِ انتخاب کی داد دی۔

محمد عبد الحلیم چشتی
خادمِ شعبہ تخصّص فی الحدیث
جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ محمد یوسف
بنوریؒ ٹاؤن کراچی ۵
۱۰ ربیع اول ۱۴۳۰ھ
۸ مارچ ۲۰۰۹ء

رائے گرامی

جامع المعقول والمنقول، محقق، محدث ومفسر، حضرت مولانا محمد انور البدخشانی صاحب زیدہ مجدہم
استاذ حدیث جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوریؒ ٹاؤن کراچی نمبر ۵

الحمد للّٰہ الملک القدّوس السّلام المؤمن المھیمن العزیز العلّام والصلوٰۃ والسّلام علی سیّدنا محمد خیر الأنام و علی آلہٖ و صحبہٖ و من تبعھم باحسان الی یوم القیامۃ. امّا بعد!

کافی عرصہ تقریباً ۲۵ سال پہلے ۱۴۰۵ھ میں، میں نے ''اصولِ حدیث'' میں ایک مختصر سا رسالہ لکھا تھا (فارسی زبان میں)، حضرت مولانا مفتی ولی صاحب قدس سرہٗ نے اپنے ذوقِ علمی، علمِ حدیث سے زیادہ لگاؤ اور طلبۂ حدیث کے جذبۂ خیر خواہی کی وجہ سے اس رسالہ کو پسند فرمایا (جیسا کہ پیش لفظ میں انہوں نے اظہار فرمایا ہے) اس بناء پر حضرت مفتی صاحب نے اس رسالے کا پشتو میں ترجمہ فرمایا، حضرت مفتی صاحب مرحوم ایک فرشتہ خصلت انسان تھے، اگر وہ چاہتے تو اس سے بہتر رسالہ اصولِ حدیث کے موضوع پر لکھ سکتے تھے لیکن تواضع کا یہ عالم تھا کہ ''المعاصرۃ منافرۃ'' کا مقولہ پسِ پشت ڈال کر ناچیز کے اس تیار رسالہ کو مناسب و موزوں سمجھ کر ترجمہ فرمایا۔ اب ''الولد سرّ لابیہ'' کا مصداق پیش کر کے ان کے فرزندِ ارجمند ''مولانا عمران ولی'' (جامعہ کی شاخ کے استاذ) نے رسالہ کا اردو میں ترجمہ فرمایا، یہ ضرورت اس لئے پیش آئی کہ ہمارے کراچی کے مدارس میں دونوں زبانیں (فارسی اور پشتو) متروک ہیں، اس لئے فائدۂ عامہ (بنین و بنات کے استفادہ) کیلئے اردو میں ترجمہ کیا گیا۔ ماشاء اللہ دونوں فرع (پشتو و اردو) اصل (فارسی) کے ساتھ سو فیصد مطابق ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ (والد وولدؒ) دونوں کو اجرِ عظیم، نجات و عزت دارین سے نوازیں اور ان کے اس صدقۂ جاریہ کو جاری رکھیں۔

آمین یا ربّ العلمین.

محمد انور بدخشانی
۲۹/۷/۱۴۳۰ھ

تقریظ

استاذ العلماء والمجاہدین، مفکر جہاد حضرت مولانا فضل محمد صاحب یوسف زئی دامت برکاتہم

استاذِ حدیث جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوریؒ ٹاؤن کراچی نمبر ۵

الحمد للّٰہ ربّ العٰلمین و الصلوٰۃُ و السّلامُ علٰی سیّد الاوّلین و الاٰخرین و علٰی اٰلِہٖ و اصحابہٖ اجمعین . امّا بعد!

اسلام کی بنیاد قرآن وحدیث پر ہے، قرآن متن کی حیثیت رکھتا ہے جو دینِ اسلام کا منشور ہے اور حدیث اس کی شرح وتفسیر ہے، فقہ ان دونوں کیلئے بمنزلہ دفعات اور دستور ہے، یہ متن اور اس کی تفسیر اور دفعات و دستور ایک دوسرے کے ساتھ باہم ایسے جڑے ہوئے ہیں کہ جن کو ایک دوسرے سے الگ نہیں کیا جاسکتا، اگر قرآنِ کریم سے احادیث کو الگ کیا گیا تو یہ متن اپنی شرح اور تفسیر کے بغیر رہ جائے گا اور قرآنِ عظیم اپنے اکثر احکامات میں مبہم بلکہ معطل ہو کر رہ جائے گا، اسی لئے امام مکحول رحمہ اللہ نے فرمایا: "القرآن أحوج الی السنة من السُّنَّةِ الی القرآن" یعنی قرآن اپنے فہم اور اپنی تفصیلات کے اعتبار سے احادیث کی طرف اس سے زیادہ محتاج ہے جتنا کہ احادیث قرآن کی طرف محتاج ہیں، خلاصہ یہ ہے کہ قرآنِ کریم، احادیث کیلئے محافظ ہے اور احادیث، قرآنِ عظیم کیلئے مفسّر ہیں اور اصولِ حدیث کا علم، صحیح احادیث کی پہچان کیلئے معیار اور ترازو ہے۔

قرآنِ کریم کی حفاظت کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے خود اپنے ذمہ لی ہے اور احادیث کی حفاظت کی ذمہ داری کا اہتمام وانتظام اس طرح کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس امت میں احادیث پرکھنے کیلئے اور جرح وتعدیل کیلئے بڑے بڑے امام پیدا فرمائے جنہوں نے احادیث کی صحت وسقم پہچاننے کیلئے اپنی زندگیاں وقف کردیں، اس طرح جرح وتعدیل کے ان اماموں

اور جبال العلم علمائے کرام نے امت کے سامنے درایۃ الحدیث اور اصولِ حدیث کے ایسے سنہرے اصول پیش کردیئے کہ گویا نبی اکرم ﷺ کی ہر ہر حدیث اور اس کے متن وسند کو انہوں نے سلسلۃ الذہب کی مضبوط زنجیروں کے ساتھ ایسا باندھ لیا ہے کہ اب احادیثِ مقدسہ نے "العُروۃ الوثقیٰ لاانفصام لَھا" کی حیثیت اختیار کرلی ہے، اب کوئی طالع آزما اور کوئی خواہش پرست، الحادزدہ، روشن خیال اس رسّی کو نہیں توڑ سکتا، اب یہ رسّی چھوٹ تو سکتی ہے مگر ٹوٹ نہیں سکتی۔

اب ہر کہہ ومہہ کے سامنے احادیثِ مقدسہ ایسے مضبوط اصولوں پر روشن ہوکر آگئیں ہیں جیسے آفتاب نصفِ نہار میں روشن ہوکر آتا ہے، اب ہم تک احادیث پہنچنے میں نہ کوئی الجھاؤ ہے اور نہ کوئی تاریکی وابہام ہے کیونکہ ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں ماہرینِ جرح وتعدیل ائمہ نے انتہائی تحقیق وتدقیق کے ساتھ احادیث کی ہر مریض رگ پر انگلی رکھ کر بیماری کی نشاندہی کردی ہے، اس کی مثال ایسی ہے جس طرح پوری دنیا کے ڈاکٹر ایک مریض شخص کے مرض کی تشخیص کر کے متفقہ فیصلہ سنادیں کہ اس مریض کا یہ مرض ہے، اس متفقہ فیصلے میں جس طرح کوئی عقلمند انسان شک و شبہ نہیں کرسکتا ہے اسی طرح ان اصحابِ جرح وتعدیل کے متفقہ فیصلے میں بھی کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے۔

اصحابِ جرح وتعدیل کی عظیم محنتوں اور طویل جدوجہد کی کڑیوں میں سے ایک کڑی زیرِ نظر کتاب "آسان اصولِ حدیث" ہے، اصل کتاب مولانا محمد انور بدخشانی صاحب دامت برکاتہم (استاذ الحدیث جامعہ علوم اسلامیہ بنوریؒ ٹاؤن) نے فارسی زبان میں لکھی تھی جس کا نام آپ نے "السعی الحثیث فی مصطلح الحدیث" رکھا، جس میں مؤلف موصوف نے سوال اور جواب کے انداز سے آسان وعام فہم اصولِ حدیث کے قواعد لکھدیئے، پھر حضرت مولانا مفتی محمد ولی درویش رحمۃ اللہ علیہ (استاذ جامعۃ العلوم الاسلامیۃ بنوریؒ ٹاؤن) نے اس کتاب کا پشتو زبان

میں ترجمہ کیا جس کا نام آپ "الجھد الأثیث" رکھا، اس کے بعد مولانا عمران ولی صاحب (استاذ جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن) نے پشتو کی اس کتاب کا اردو زبان میں ترجمہ کیا اور "آسان اصولِ حدیث" کے نام سے اس کو شائع کیا جو آپ کے ہاتھ میں ہے۔

میرے خیال میں احادیث پڑھنے، پڑھانے والے طلبہ اور اساتذہ کیلئے یہ کتاب ایک عمدہ راہنما اصول ہے اور سوال و جواب کے انداز سے واقعی یہ آسان اصولِ حدیث ہے، اللہ تعالیٰ اس کتاب کو قبولیتِ عامّہ و خاصّہ عطا فرمائے اور علماء و طلباء کیلئے نافع اور فاضل مؤلف اور مترجم کے لئے ذریعۂ آخرت بنائے۔

آمین یا ربّ العٰلمین و صلی اللّٰہ علی رسولہ الکریم و علی الٰہ و اصحابہ اجمعین.

فضل محمد بن نور محمد یوسف زئی

استاذِ حدیث جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوریؒ ٹاؤن کراچی نمبر ۵

۲۰ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۹ھ مطابق ۲۶ مئی ۲۰۰۸ء

تقریظ

از

استاذ نا المکرم حضرت مولانا قاری مفتاح اللہ صاحب دامت برکاتہم

استاذِ حدیث جامعۃ العلوم الاسلامیۃ علامہ بنوریؒ ٹاؤن کراچی

نحمدہٗ و نصلّی و نسلّم علیٰ رسوله الکریم .

امّابعد !

زیرِ نظر کتاب "**الجُهد الأثيث**" جوکہ ترجمہ ہے "**السعي الحثيث**" (مؤلفہ حضرت مولانا محمد انور بدخشانی صاحب زیدہ مجدہٗ) کا جوکہ فارسی میں تھی اور اسکا پشتو ترجمہ مولانا مفتی محمد ولی درویش رحمہ اللہ نے کیا تھا، اب انکے لائق اور فائق بیٹے مولانا محمد عمران صاحب نے (آسان اصولِ حدیث) کے نام سے اردو میں ترجمہ کیا ہے، علم کی مثال ایک شمع کی سی ہے اور شمع سے شمع جلتی ہے، یہ تمام کتابیں اصل اور ترجمے شمع کی مانند ہیں اور اُردو زبان چونکہ عام فہم زبان ہے اور پاک و ہند میں یہی زبان بولی جاتی ہے، اسلئے اس ترجمہ کے ذریعے علم اصولِ حدیث جوکہ ایک نایاب علم ہے اس کے سمجھنے اور سمجھانے کا ایک زرین موقع دستیاب ہوگا، اللہ تعالیٰ اس خدمتِ دینیّہ کو قبول فرمائے اور اسکا فیض عام فرمائے۔

آمین ثمّ آمین

مفتاح اللہ عفا اللہ عنہ

یکم صفر ۱۴۲۹ھ دورانِ امتحان سہ ماہی جامعہ

حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کا مختصر تعارف

از

مولانا مفتی رفیق احمد صاحب بالاکوٹی

استاذ جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوریؒ ٹاؤن کراچی

نام: حضرت مولانا مفتی ابو یوسف محمد ولی درویش بن حضرت ولی بن اعتبار شاہ بن شیر و خان بابا رحمہم اللہ

تاریخ و مقامِ پیدائش: ۷ جون ۱۹۴۳ء - ۱۳۶۳ھ کو پشتو کے مشہور صوفی شاعر، عارفِ سرحد جناب عبدالرحمٰن المعروف بہ "رحمٰن بابا" کے وطن "بہادر کلے" میں پیدا ہوئے اور پھر کچھ عرصہ بعد مالاکنڈ ایجنسی کے مضافاتی گاؤں "متکنی" میں لوٹ آئے جو کہ آپ کا آبائی وطن ہے۔

تعلیم و فراغت: ابتداء سے مقامی تعلیم گاہوں سے سلسلۂ تعلیم شروع ہوا، تقریباً آٹھویں جماعت تک اسکول کی تعلیم حاصل کی، وسائل و مواقع کی کمیابی کے باعث یہ سلسلہ موقوف ہوا اور عرصہ کے بعد کبر سنی میں دینی تعلیم شروع کی اور ۱۹۷۶ء - ۱۳۹۶ھ کو جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوریؒ ٹاؤن سے درسِ نظامی کی سندِ فراغت حاصل کی اور دو سال تخصص و افتاء کا کورس کیا۔

آپ کے اساتذۂ کرام: حضرت علامہ مولانا محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ (المتوفی ۱۹۷۷ء)، حضرت مفتی اعظم پاکستان مفتی ولی حسن ٹونکی رحمہ اللہ (المتوفی ۱۹۹۵ء)، حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰن صاحب رحمہ اللہ (المتوفی ۱۹۹۱ء)، حضرت مولانا بدیع الزمان صاحب رحمہ اللہ (المتوفی ۱۹۹۹ء)، حضرت مولانا سید مصباح اللہ شاہ صاحب شیرازی رحمہ اللہ (المتوفی ۱۹۹۵)، حضرت مولانا معاذ الرحمٰن صاحب رحمہ اللہ، مولانا ڈاکٹر حبیب اللہ مختار شہید رحمہ اللہ (المتوفی ۱۹۹۷ء)، تلمیذِ حضرت مدنیؒ مولانا محمد سواتی صاحب رحمہ اللہ (المتوفی ۲۰۰۸)، حضرت مولانا عبدالقیوم چترالی صاحب رحمہ اللہ (المتوفی ۲۰۰۷ء)، مناظرِ اسلام حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی صاحب رحمہ اللہ (المتوفی ۲۰۰۰ء)، (جو اگرچہ باقاعدہ استاذ تو نہیں تھے لیکن حضرت کا ان سے عقیدت و احترام کا ایسا تعلق تھا جیسا کہ ایک

شاگرد کو اپنے مربی و مشفق استاذ سے ہوتا ہے)، حضرت مولانا محمد حامد صاحب رحمہ اللہ (المتوفی ۱۹۷۷ء، انکی وفات حضرت بنوری رحمہ اللہ سے ایک ہفتہ قبل ہوئی)، حضرت مولانا فضل محمد سواتی رحمہ اللہ، حضرت مولانا عبداللہ کاکا خیل صاحب رحمہ اللہ (المتوفی ۱۹۹۸ء)، حضرت مولانا محمد ادریس میرٹھی رحمہ اللہ (المتوفی ۱۹۸۹ء)، حضرت مولانا عبدالرشید نعمانی صاحب (المتوفی ۱۹۹۹ء)، حضرت مولانا قائم شاہ صاحب، حضرت مولانا آفتاب احمد صاحب، حضرت مولانا غلام رسول صاحب، حضرت مولانا مفتی محمد شاہد صاحب مدظلہ العالی، مولانا محمد احمد قادری صاحب، الشیخ الاستاذ عبدالرحمن صالح مصری (مبعوث الازہر الشریف مصر الی الجامعۃ ۱۹۷۰ء-۱۳۹۰ھ)، الشیخ الاستاذ المجوّد القاری محمد ابراہیم غنیم المصری (مبعوث الازہر الشریف مصر الی الجامعۃ ۱۹۷۰ء-۱۳۹۰ھ)، شیخ التفسیر حضرت مولانا عبد الحلیم صاحب کوہستانی مدّ ظلہٗ، حضرت مولانا شہاب الدین ایرانی صاحب، حضرت مولانا محمد امین اورکزئی صاحب مدظلہٗ اور حضرت مولانا نور الہدیٰ صاحب مدظلہٗ۔

اجازتِ حدیث: اپنے اساتذۂ کرام کے علاوہ حضرت مولانا شمس الحق افغانی، ترنگزئی رحمہ اللہ (سابق وزیر معارف الشرعیہ، ریاستہائے متحدہ بلوچستان، شیخ التفسیر دارالعلوم دیوبند و شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ ڈابھیل، المتوفی ۱۹۸۳ء)، حضرت حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیّب صاحب رحمہ اللہ (مہتمم دار العلوم دیوبند، المتوفی ۱۹۸۳ء) اور مشہور حنفی عالم محقّق و مدقّق و مصنّفِ کتبِ کثیرہ حضرت علامہ عبدالفتاح ابوغدہ رحمہ اللہ (المتوفی ۱۴۱۷ھ) نے آپ کو اجازتِ حدیث عطا فرمائی۔

مجازِ بیعت: حضرت محدث العصر مولانا سیّد محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ علیہ کے دستِ اقدس پر رمضان المبارک ۱۳۹۶ھ کو بیعت حاصل کرنے کا شرف حاصل ہوا۔

طرزِ زندگی: اخفاء وخمول کا مظہر، زُہد وتقوی کی عملی تصویر، جذبۂ جہاد اور حمیتِ دینی سے سرشار، عملی ذوق کا مجسمہ، قناعت و کفایت شعاری کی اعلی مثال، احساسِ ذمہ داری، نظام الاوقات کی پابندی اور حق گوئی آپ کا شیوہ تھا۔

علمی کارنامے: ۱۔ فقہی پہیلیاں (اردو)، ۲۔ اپنے گھر کی اصلاح کیجئے (اردو)، ۳۔ کیا

نمازِ جنازہ میں سورۃ الفاتحہ پڑھنا سنّت ہے؟ (اردو) ، ۴۔ درسول الله ﷺ موخ (پشتو) (حنفی نماز کا اثبات اور غیر مقلّدین کے شکوک وشبہات کے مسکت جوابات) ،۵۔ القول السدید فی جواب القول العنید (پشتو) (ردّ غیر مقلدیّت) ، ۶۔ نور العیون والبصائر فی توضیح الاشباہ والنظائر (اردو) ، ۷۔ الرائد لرجال مجمع الزوائد (عربی) ، ۸۔ الجہد الأثیث (اصولِ حدیث) (پشتو)، ۹۔ درسِ قرآن حضرت مولانا عبدالحلیم کوہستانی صاحب (پشتو)

رحلت: ۷ ربیع الثانی ۱۴۲۰ھ بمطابق ۱۹ اگست ۱۹۹۹ء بروز جمعرات بوقت سحر، قندھار کے سرکاری مہمان خانہ میں ہوئی۔

تدفین: بوقتِ عشاء اپنے آبائی وطن میں ہوئی، نمازِ جنازہ حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر صاحب مدظلہٗ العالی (مدیر جامعۃ العلوم الاسلامیۃ) نے پڑھائی، جس میں کثیر تعداد میں علمائے کرام وطلباء عظام اور عوام الناس کا اک جم غفیر شریک ہوا۔

اللّٰهم اغفرلهٗ وارحمه واكرم نزلهٗ ووسع مدخلهٗ واجعل قبرهٗ روضة من رياض الجنة. آمينْ.

آتی ہی رہے گی تیرے انفاس کی خوشبو
گلشن تیری یادوں کا مہکتا ہی رہیگا

بادِ صبا دغه يو سوال خو دَدرويش اومنه
څماد لورے ئے خواره کړه په مزار ګلونه

درویش رحمہ اللہ

سخنہائے گفتنی

ہمارا عقیدہ وایمان ہے کہ دینِ اسلام کی بنیاد کلام اللہ،قرآنِ مجید اور کلامِ رسول ﷺ احادیثِ نبوی ہیں اور قرآنِ مجید کے بعد سب سے اعلیٰ ،ارفع ، ذی شان اور مقدس علم ''علم حدیث'' ہے ،یہی فرامینِ نبویہ (علیٰ صاحبہا الف الف تحیّۃ وسلام) کتاب اللہ کی مکمل توضیح ، تشریح وتفسیر ہیں اور فہمِ قرآن میں ہم ان سے مستغنی نہیں ہو سکتے ،جس طرح ابتداءِ نزولِ قرآن سے آج تک اس کا حرف حرف ،لفظ لفظ محفوظ وموجود ہے اسی طرح افعال واقوالِ رسول ﷺ بھی محفوظ وموجود ہیں ،جو کہ اس امّتِ مسلمہ کی لافانی وابدی خصوصیت ہے ،جس طرح اللہ ربّ العزّت نے قرآن مجید کی حفاظت وصیانت کا ذمّہ خود اٹھایا اور قرآنِ کریم محفوظ ہے ،چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے ﴿انّا نحن نزّلنا الذکر و انّا لهٗ لحافظون ﴾(سورۃ الحجر ،آیت ۹) اسی طرح نطقِ نبوی ﷺ کو وحی قرار دے کر محفوظ قرار دیدیا گیا ،چنانچہ فرمانِ الٰہی ہے: ﴿وما ینطق عن الھویٰ ،ان ھو الّا وحی یوحٰی ﴾(سورۃ النجم، آیت ۳،۴)

ہر دور میں علماءِ امّت نے قرآنِ مجید کے ساتھ ساتھ احادیثِ مبارکہ کیلئے گراں قدر خدمات سرانجام دی ہیں اور ان کی حفاظت کیلئے ہمہ تن گوش ،اخلاص وللّٰھیّت کے ساتھ اپنی پوری زندگیاں وقف کیں ،طرح طرح کی تکالیف اور مشقتیں برداشت کر کے ان کو ضائع ہونے سے بچایا اور امّت کے ان جبال العلم علماء ،اکابر ،محدثینِ کرام رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین نے ''علمِ حدیث'' کی تمام تر اقسام پر انتہائی جامع ومانع اور بہترین کتابیں تصنیف وتالیف اور ترتیب دی ہیں۔

احادیثِ مبارکہ کی حفاظت کا ایک اہم ذریعہ اور بنیادی مدار ''سند'' ہے ،سند کے بغیر ان کی حفاظت وصیانت مشکل بلکہ ناممکن ہے ،مشہور محدث وامام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ الحافظ الحاکم النیسابوری رحمہ اللہ (المتوفی ۴۰۵ھ) اپنی شہرۂ آفاق کتاب ''معرفۃ علوم الحدیث'' میں امام و محدث حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ (المتوفی ۱۸۱ھ) کے مشہور قول ''الاسناد من الدین

ولولا الاسناد لقال من شاء ما قال" کونقل کرنے کے بعد یوں فرماتے ہیں:

"فلولا الاسناد وطلب هٰذه الطائفة لهٗ وكثرة مواظبتهم علىٰ حفظه لدرس منار الاسلام ولتمكنَ أهلِ الالحاد والبدع فيه بوضعِ الأحاديث و قلب الاسانيد فان الاخبار اذا تعرّت عن وجود الاسانيد فيها كانت بتراً."[1]

یعنی "اگر اسناد نہ ہوتیں اور گروہِ محدثین انکو طلب نہ فرماتے اور ان کے حفظ پر کثرت سے مواظبت نہ کرتے تو علاماتِ اسلام مٹ جاتیں اور ملحد و بدعتی لوگ اس میں جھوٹی احادیث وضع کرنے پر قدرت پاکر غالب آجاتے اور احادیث کی اسناد کو الٹ پلٹ دیا جاتا کیونکہ اگر احادیثِ مبارکہ کو "اسناد" سے بے نیاز قرار دیا جائے تو وہ بے بنیاد ہوجائیں گی"

حفاظتِ سنت کے پیشِ نظر علمائے کرام نے اس کے متعلق ہر طرح سے معلومات جمع فرمائیں، راویانِ احادیث کے مختلف طبقات بنائے، فنِ جرح وتعدیل کی بنیاد رکھی گئی، علمِ رجال جیسا عظیم الشان علم وجود میں آیا جس میں سینکڑوں نہیں ہزاروں بلکہ لاکھوں رُواۃِ حدیث کے احوال، ان کا علمی ذوق وشوق، طلبِ علمِ حدیث کے آداب تاریخ کے سنہرے اوراق میں ہمیشہ کیلئے محفوظ ہوگئے، جو اس امتِ مرحومہ کا طرّۂ امتیاز ہے، حدیث قبول کرنے اور نہ کرنے کیلئے کڑی شرائط، محکم اصول وقوانین وضع کرکے مقرر کیے گئے، ثقات وضعفاء کی تفریق کی گئی اور ان کیلئے بھی قواعد وضوابط مرتّب کیے گئے اور انہی قواعد وضوابط مرتب کرنے کے فن کو "علمِ اصولِ حدیث" یا "علمِ مصطلح الحدیث" کا نام دیا جاتا ہے۔ شرح مقدمۂ صحیح مسلم میں ہے:

"چونکہ احادیثِ نبویہ (علیٰ صاحبہا الف الف تحیّۃ) قرآنِ کریم کی تشریح وتفسیر ہیں، جن کے بغیر قرآنِ کریم کو سمجھنا مشکل ہے، اور یہ احادیث دین وشریعت کا مستقل مأخذ ہیں، اور شریعت کا سمجھنا احادیث پر موقوف ہے اور اگر احادیث کو درمیان سے نکال دیا جائے تو نماز، روزہ، حج،

---

[1] ص ۶، ط: دار الکتب العلمیة بیروت طبع ثانی ۱۹۷۷ء، ۱۳۹۷ھ بتحقیق السید المعظم حسین بجامعة دکة بنغاله ۱۹۳۵ء

زکوٰۃ اور دیگر احکام کا عمل ونقشہ مرتب ہی نہیں کیا جاسکتا، اور پھر احادیث کے توسط سے امت کا حضورِ اکرم ﷺ سے مستقل رابطہ قائم ودائم ہے اور حضورِ اکرم ﷺ کی سیرتِ مقدسہ کا مکمل نمونہ امت کے سامنے احادیث ہی کے ذریعے واضح ہوتا ہے، اس لئے امت کے علماء نے احادیث کو سینوں اور سفینوں میں محفوظ کیا، اس کی خوب خدمت کی، باقاعدہ ایک طبقہ ''محدثین'' کے نام سے اللہ جلّ شانہٗ نے پیدا فرمایا، جنہوں نے اپنی زندگیاں حدیث شریف کی خدمت کیلئے وقف کردیں، ان محدثینِ کرام نے الفاظِ حدیث کو یاد کیا، اسے باقاعدہ فن کی حیثیت دی، اور اس فن کی حفاظت کیلئے پچاس سے زائد علوم ایجاد کیے، جن کی تفصیل احادیث کی کتابوں میں دیکھی جاسکتی ہے، احادیث کے مراتب متعیّن کرنے کیلئے جرح وتعدیل اور اسماء الرجال کا فن وجود میں آیا، احادیث کی برکت سے لاکھوں افراد کے سوانحی خاکے مرتب ہوئے۔[1]

اسی طرح الدکتور مسفر بن غرم اللہ الدمینی فرماتے ہیں: ''فقد قام سلف هٰذه الأمّة و خلفها بالعناية بسنّة رسول اللّٰه ﷺ حفظاً و تدويناًونشراًوتعليماً ، تحقيقاً لما وعد اللّٰه به من حفظِ دينه و كتابه ولا عجب في ذٰلک فهي بيان القرآن و هي الحكمة التي أُنزلت علٰى لسان المصطفٰى ﷺ

كما اجتهدوا -رحمهم الله- في تمييز صحيحها من سقيمها و موصولها من مرسلها، حيثَ صنّفوا في الصحيح و الضعيف و الموضوعات، كما صنّفوا المسانيد والجوامع والموطآت وكذا في الأطراف و الغريب والمسلسلات .وفي كل نوع من انواع علوم الحديث لهم مُصنَّفات و لم يتركوا لمن بعدهم اكثر من التقييد و التحقيق او الاستدراک والتذييل.........أما اصول العلم وقواعده و أركانه و شواهده فهي مما استوى سوقه واستغلظ عوده، وأعجزوا المتأخرأن يأتي بمالم يصلوا اليه، أو يقارب ماانتهوا اليه.''[2]

چنانچہ ہر دور میں طبقۂ اہلِ علم نے علمِ حدیث کی ہر طرح، ہر جانب، ہر انداز اور ہر زاویے سے خوب سے

---

[1] شرح مقدمہ صحیح مسلم از شہیدِ اسلام حضرت ڈاکٹر مفتی نظام الدین شامزئی شہید رحمہ اللہ (التوفی ۲۰۰۴ء)، ص ۳، طبع الفیصل پرنٹرز کراچی

[2] التدليس في الحديث للدكتور مسفر، مقدمه ص ۵، الطبعة الاولىٰ ۱۴۱۲ھ، ۱۹۹۲ء رياض

خوب تر کوششِ خدمت ،اسے آسان سے آسان بنانے اور ترقی دینے کی بھرپور کامیاب اور مقبول سعی فرمائی ہے، بے شمار کتابیں ضبطِ تحریر لائی گئیں، بقول حافظ ابنِ حجر رحمہ اللہ (المتوفی ۸۵۲ھ) سب سے پہلے جس شخصیت کو اس فن پر قواعد وضوابط مرتب کرنے کا اعزاز حاصل ہوا وہ چوتھی صدی ہجری کے مشہور امام ومحدث قاضی ابو محمد رامہر مزی رحمہ اللہ (المتوفی ۳۶۰ھ) ہیں، چنانچہ الدکتور الاستاذ معظم حسین ''معرفۃ علوم الحدیث لنیسابوری'' کے مقدمے میں رقمطراز ہیں: "وقال الحافظ ابنِ حجر فی اوّلِ شرحہ لکتابہ نخبۃ الفکر :انّ اوّل من صنّف فی الاصطلاح ھو القاضی ابو محمد الرامھر مزی فعمل کتاب المحدث الفاصل ....اہ (مقدمۃ المُصحّح ص "یہ")

لیکن آگے جاکر امام حاکم النیسابوری رحمہ اللہ کی اسی ''معرفۃ علوم الحدیث'' (ص ۸۱) پر حافظ موصوف رحمہ اللہ امام علی بن عبداللہ بن جعفر مدینی رحمہ اللہ کا ذکر فرماتے ہیں اور اس کے بعد علمِ حدیث اور اس کی انواع کے متعلق انکے مصنفات گنواتے ہیں جو ۲۹ کے لگ بھگ ہیں، امام ابنِ مدینی کی وفات ۲۳۴ھ ہے جبکہ امام رامہر مزی رحمہ اللہ کا سنِ وفات ۳۶۰ھ ہے اور ان کے درمیان تقریباً سوا صدی کا فاصلہ ہے اور امام ابنِ مدینی رحمہ اللہ متقدم ہین لہٰذا معلوم یہی ہوتا ہے کہ امام رامہر مزی رحمہ اللہ سے پہلے بھی اس علم کی بمع انواعہ واقسامہ غیر معمولی خدمات ہوئی ہیں جیسا کہ ''معرفۃ الحدیث'' میں حافظ نیسابوری رحمہ اللہ کے کلام سے واضح ہے۔ (واللہ اعلم)

بہر حال اسی طرح یہ سلسلہ آگے بڑھا اور بے شمار محدثین عظام نے اس فن پر مختلف اسلوب و انداز میں مختلف قیمتی کتابیں لکھیں، ان میں قابلِ ذکر مشہور مصنّف ومؤرّخ علاّمہ خطیب بغدادی رحمہ اللہ (المتوفی ۴۶۳ھ) ہیں جنہوں نے اس فن اور اس کے محتویات پر بعض حضرات کے بقول ۲۳ اور بعض کے بقول ۳۰ کے قریب گراں قدر کتابیں تصنیف فرمائیں، بعض حضرات نے منظوم انداز میں اس فن کی خدمت کی، بہر صورت بے شمار کتابیں ورسائل اس فن پر وجود میں آئے جن کی تفصیل کا یہ مقام نہیں۔

انہی حضرات کی قابلِ قدر کوششوں اور سنجیدہ کاوشوں کا یہ نتیجہ ہے کہ آج اس علم کی دیگر علوم کی طرح اپنی اصطلاحات، اپنا انداز و ادا، اپنا رنگ، اپنی لغات اور اپنی زبان ہے بلکہ دیگر علوم کی بنسبت ہر انداز میں اُن سے یکتا، ممتاز اور منفرد خصوصیات کا حامل ہے، اور جب کوئی علم اس بلند مقام پر فائز ہو جائے تو فہمِ عام کیلئے وہ ہر لغت، ہر زبان میں ہر طرح کی تشریح و توضیح اور کشف و بیان کا محتاج ہوتا ہے اور اسی کے پیشِ نظر تقریباً ہر زبان میں اس علم کی یہ شدید ضرورت پوری کرنے کی بھر پور کوشش و جدو جہد کی گئی ہے، اور شروع ہی سے ہر دور کے علماءِ امّت، وقت کی ضرورت اور اہلِ زمانہ کی حاجت و معیار کے مطابق اور انکے فہم و تفہیم کے معیار کے اعتبار سے اس سلسلہ کو بڑے احسن و خوبصورت اور سہل انداز میں جاری رکھے ہوئے ہیں اور انشاء اللہ یہ سلسلہ اسی طرح تا قیامِ قیامت جاری و ساری رہے گا۔

اس مبارک سلسلے کی ایک سنجیدہ کڑی ہمارے استاذِ محترم، محققِ وقت، مفسّر و محدث حضرت مولانا محمد انور البدخشانی صاحب بارک اللہ فی حیاتہ الغالیة و نفعنا اللہ بعلومہ کی تالیفِ لطیف ''السعی الحثیث فی مصطلح الحدیث'' ہے، جسے حضرت الاستاذ مدظلہٗ نے علماء و طلباء خصوصاً فارسی زبان بولنے والوں کیلئے سوال و جواب کے انداز میں آج سے تقریباً ۲۵ سال قبل ۱۴۰۵ھ میں مرتّب فرمایا تھا، کتاب کے عام فہم انداز، اسلوبِ جدید اور افادیّت کے پیشِ نظر حضرت والدِ محترم مولانا مفتی محمد ولی درویش رحمہ اللہ (المتوفّٰی ۱۹۹۹ء) بھی اسی طرز کی ایک کتاب پشتو بولنے والوں کیلئے ترتیب دینے کا سورچ رہے تھے، جب حضرت الاستاذ کی کتاب سامنے رکھی تو اپنا ذہنی خاکہ اس میں موجود پایا اور اسی کو پشتو میں منتقل کرنے پر اکتفاء فرمایا، چنانچہ ''الجہد الاثیث'' کے نام سے آج سے تقریباً ۱۶ سال قبل ۱۴۱۵ھ میں یہ ترجمہ مکمل ہوا، اور غالباً ایک ہی مرتبہ آپ رحمہ اللہ کی حیاتِ مبارکہ میں شایع ہوسکا، حضرت رحمہ اللہ کی ۱۹، اگست ۱۹۹۹ء کو اچانک قندھار افغانستان میں دورانِ خلافت اسلامیہ طالبان رحلت کا سانحۂ فاجعہ پیش آیا اور آپ راہیٔ ملک

عدم ہوئے، اس عظیم ناگہانی حادثہ کے کچھ عرصہ بعد ہی "الجہد الأثیث فی ترجمۃ السعی الحثیث" کا مسوّدہ ان کے متفرّق قلمی مخطوطات سے دستیاب ہوا۔

یلوح الخط فی القرطاس دهراً
وکاتبه فی التراب رمیم

اور کسی کاپی میں رکھنے کی بناء پر کافی عرصہ یاد نہ رہا اور اس کے ڈھونڈنے میں سرگرداں رہا کہ پچھلے سال عید الأضحیٰ ۱۴۲۹ھ کے موقع پر اچانک بفضلِ خدا مل گیا، فوراً حضرت الاستاذ مولانا محمد انور البدخشانی صاحب مدظلہ (جو کہ آج کل مجلسِ دعوۃ وتحقیقِ اسلامی میں مقیم ہیں اور بندہ کو انکا پڑوسی ہونے کا شرف وسعادت حاصل ہے، والحمد للّٰہ علیٰ ذٰلک) کو دکھایا، حضرت الاستاذِ محترم مدظلہ نے دیکھتے ہی خوشی کا اظہار فرما کر پشتو سے اردو میں منتقل کرنے کا حکم فرمایا، چنانچہ حضرت استاذِ محترم کی اجازت اور حکم سے "الجہد الأثیث" کو پشتو سے اردو میں بفضل اللہ وعونہ منتقل کرنا شروع کیا اور تقریباً ایک ماہ کے عرصے میں یہ ترجمہ مکمل ہوا، جو کہ آپ حضرات کے ہاتھوں میں ہے۔

اگر چہ ترجمہ کی تبییض اور کمپوزنگ کا کام جلد ہی ہو گیا تھا لیکن متعدد مشاغل کی وجہ سے اس کی طباعت میں تاخیر ہوتی رہی، الحمد للہ کہ اس کی طباعت کا مرحلہ بھی آپہنچا۔

وما ذٰلک الا بتوفیق اللّٰہ عزّ وعلا

انتہائی ناسپاسی اور احسان فراموشی ہوگی کہ اگر اس موقع پر میں اپنے مشفق اساتذۂ کرام کا تذکرہ اور شکریہ ادا نہ کروں جن کی شفقتوں، دعاؤں اور توجہ کی بدولت یہ کارِ مشکل آسان اور وقوع پذیر ہوا، خصوصاً حضرت استاذنا المکرّم حضرت مولانا محمد انور بدخشانی صاحب زیدہ مجدہم جنہوں قدم بقدم بندہ کی راہنمائی فرمائی، ترجمہ ہٰذا میں درپیش سوالات اور معانی ومطالب کے فہم کیلئے اکثر حضرت الاستاذ ہی سے رجوع کیا اور استاذِ محترم نے بڑی شفقت اور خندہ پیشانی کے ساتھ وہ مقامات حل کروائے اور آخر میں بندہ کی درخواست پر بخوشی تقریظ بھی تحریر فرمادی۔

اسی طرح انتہائی مشفق استاذ حضرت مولانا فضل محمد صاحب یوسف زئی دامت برکاتہم نے

بھی بہت ہی شفقت ومحبت کے ساتھ بندہ کی درخواست پر ترجمہ کو اوّل تا آخر حرفاً حرفاً مطالعہ فرمایا، کتابت کی تصحیح فرمائی اور فنی غلطیوں پر بھی متنبہ فرمایا، بندہ اکثر وبیشتر حضرت استاذ صاحب سے پشتو کے قابلِ غور مشکل کلمات اور محاورات کے سمجھنے کیلئے بھی ترجمہ کے دوران رجوع کرتا رہا اور حضرت مدظلہٗ نے بڑی خوش اسلوبی کے ساتھ انتہائی آسان انداز میں سمجھایا اور پھر آخر میں بندہ کی خواہش پر قیمتی کلمات بھی تحریر فرمادیئے، استاذِ محترم، جانشینِ حضرت علامہ بنوری رحمہ اللہ، بقیۃ السلف، حضرت اقدس مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر مدظلہٗ العالی (مدیر وشیخ الحدیث جامعہ) اور استاذنا المکرّم حضرت مولانا قاری مفتاح اللہ صاحب دامت برکاتہم نے بھی دعائیہ کلمات تحریر فرمائے، مشہور محقق ومدقق تلمیذِ حضرت مدنی علیہ الرحمہ حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالحلیم چشتی صاحب (فاضلِ دار العلوم دیوبند ونگران شعبۂ تخصص فی الحدیث، جامعہ علوم اسلامیہ) نے بھی بندہ سے چیدہ چیدہ مقامات سنے اور مختلف اوقات میں طلبۂ کرام حضرت کو سناتے رہے اور پھر حضرت مدّ ظلہٗ نے تقریظ تحریر فرمائی، اسی طرح محترم ومکرّم مولانا مفتی رفیق احمد بالاکوٹی صاحب مدظلہٗ کا شکر گزار ہوں کہ انہوں نے ابتداءً کتاب کا اوّل تا آخر مطالعہ فرمایا، کئی جگہ مفید اصلاحات کیں اور باریک اغلاط کی تصحیح فرمائی اور مفید مشوروں سے نوازا، محترم المقام مولانا شیخ خالد خلیل نعمانی مظاہری دامت فیوضہم (تلمیذ حضرت بنوریؒ واستاذ مدرسہ خلفاءِ راشدین، فرع الجامعہ) نے بھی ترجمہ ہٰذا کا بالاستیعاب مطالعہ فرمایا اور کئی مقامات پر مفید حذف واضافہ کے علاوہ مسوّدے کی نوک پلک درست فرمائی، جامعہ کے درجۂ تخصص فی الحدیث کے طالبعلم مولانا محمد یاسر عبداللہ صاحب حفظہ اللہ نے بھی ترجمہ ہٰذا کا بڑی محنت سے مکمل مطالعہ فرمایا اور اپنے انداز میں بعض مقامات کی تصحیح فرمائی اور کتب کی طرف مراجعت فرما کر احادیث کی تخریج فرمائی اور حوالہ جات درج فرمائے اور آخر میں جناب عبدالرؤف صاحب اور جامعہ کی شاخ مدرسہ خلفائے راشدین درجہ خامسہ کے طالبعلم جناب محمد امین غازی صاحب حفظہما اللہ کا بھی بہت ہی مشکور ہوں جنہوں نے ترجمہ ہٰذا کی کمپوزنگ انتہائی کوشش اور جانفشانی سے فرمائی۔

اللہ تعالیٰ تمام اساتذۂ کرام وخصوصاً جن کا ذکر ہوا، سب کو دنیا وآخرت میں ان احسانات کا اپنی شایانِ شان اجرِ جزیل عطا فرمائے، ان سب کی عمروں میں برکت نصیب فرمائے اور ہمیں ان سے مستفید ہونے اور انہی حضرات اکابر کے طفیل فلاحِ دارین عطا فرمائے۔

ے دامانِ نگہ تنگ وگلِ حُسن تو بسیار
گل چین بہارِ تو زداماں گلِ' دارد

ے عباراتنا شتّیٰ و حسنک واحد
وکل الی ذاک الجمال یشیر

اور کتابچہ کے مؤلف حضرت بدخشانی صاحب حفظہ اللہ، مترجم پشتو حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ اور بندۂ راقم کیلئے زادِراہ وتوشۂ آخرت بنادے، اوراسے حسنِ قبول عطافرمائے۔

میتوانی کہ دہی اشکِ مرا حُسن قبول
اے کہ دُر ساختہ ای قطرۂ بارانی را

آخر میں قارئینِ کرام سے عاجزانہ عرض والتماس ہے کہ اس کتابچہ کی اپنے تئیں تصحیح کی حتی المقدور کوشش کی گئی ہے، لیکن پھر بھی ہوسکتا ہے دورانِ مطالعہ کسی قسم کی لفظی، معنوی یافنی وتعبیری غلطی سامنے آئے کیونکہ:

وان تجد عیبا فسد الخللا
فجلّ من لا عیب فیہ و علا

توعلمی امانت کے طور پر بندہ کو مطلع فرمادیں تاکہ اس کی تصحیح کی جاسکے۔واجرکم علی اللہ وجزاکم اللہ خیرا وھو یحبّ المحسنین۔

من نوشتم آنچہ دیدم در کتاب
عاقبت واللہ اعلم بالصواب

فقط

محمد عمران ولی
جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوریؒ ٹاؤن کراچی ۵
۳۰ صفرالخیر ۱۴۳۰ھ/ ۲۶ فروری ۲۰۰۹ء
شب جمعہ سواگیارہ بجے

پیش لفظ

الحمدلله رب العالمين والصلاة والسلام على سيدالأنبياء والمرسلين وعلىٰ اٰله وأصحابه أجمعين وعلى من تبعهم بإحسان إلىٰ يوم الدين.

أمــا بعــد!

کافی عرصہ سے یہ خیال تھا کہ ''اُصولِ حدیث'' کے موضوع پر پشتو زبان میں ایک مختصر سا رسالہ ترتیب دیا جائے اور فن کے اہم مباحث اس میں جمع کر دیئے جائیں تا کہ پشتو زبان بولنے والے بھائی اس سے استفادہ کرسکیں، اور انہیں اس فن سے واقفیت حاصل ہو، یہ فن بہت اہم ہے، اس سے بے خبر نہیں رہنا چاہیے، اس لئے کہ صحیح حدیث اور ضعیف حدیث کی پہچان اسوقت ہوتی ہے جب اس کا طریقہ معلوم ہو اور یہ طریقہ ''اصول حدیث'' میں بتایا جاتا ہے، اس لئے جب یہ طریقہ کسی کو معلوم نہ ہو تو وہ صحیح اور ضعیف میں فرق نہیں کرسکتا اور صحیح کے بجائے ضعیف حدیث سے دلیل و بنیاد بنانے کی غلطی کرسکتا ہے۔

چنانچہ مولانا محمد انور بدخشانی صاحب مدظلہ (استاذ جامعۃ العلوم الاسلامیہ) کا اس موضوع پر ''السعی الحثیث فی مصطلح الحدیث'' نامی رسالہ نظر سے گزرا، اور اختصار اور جامعیت کی وجہ سے دل کو بہت زیادہ بھلا لگا، خیال کیا کہ سردست اسی رسالے کا ترجمہ کرلیا جائے، اس طرح یہ حاجت اگر خدا کو منظور ہوا تو پوری ہو جائے گی، اصل رسالہ فارسی زبان میں تھا جسے میں نے پشتو زبان میں منتقل کیا۔

میں نے کوشش کی ہے کہ اس کی زبان آسان ہو اور ہر کوئی اس کو سمجھ لے اور اس سے فائدہ اٹھا سکے، گو کہ فن کے اصطلاحی الفاظ کا مطلب واضح کرنے کی خاطر اصطلاحی الفاظ کے ترجمہ میں دشواری کا احساس بھی ہوا۔

لہٰذا مفہوم ومعنیٰ یا تعبیر وترجمہ میں اگر قاری کو کسی قسم کی غلطی یا قابل اصلاح بات نظر آئے تو وہ اپنی یادداشت کے لئے تصحیح فرماتے ہوئے بندہ کو بھی مطلع فرمادے تاکہ آئندہ اس کی تصحیح کی جاسکے، آخر میں اس رسالے سے مستفید ہونے والے احباب سے درخواست ہے کہ وہ مجھے اپنی نیک دعاؤں میں نہ بھولیں، اللہ تعالیٰ اس رسالے کو مسلمانوں کے لئے فائدہ منداور میرے لئے زادآخرت بنادے، إنه علی مایشاء قدير وبالإ جابة جدير، وصلی الله علیٰ خير خلقه محمد وآله وصحبه أجمعين وعلیٰ من تبعهم بإحسان إلیٰ يوم الدين. آمين يا رب العٰلمين.

ابو یوسف محمد ولی درویش غفرلہ

الأستاذ

بجامعۃ العلوم الاسلامیۃ علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن کراچی

۳ جمادی الثانی ۱۴۱۵ھ بمطابق ۸ نومبر ۱۹۹۴ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمہید

ألحمدللّٰه الذی له المجد والعلاء فی القدیم والحدیث ، والصلاة والسلام علی رسوله الذی علّمنا القرآن والحدیث ، وعلی اٰله وصحبه، ومن تبعهم من الفقهاء وعلماء الحدیث.

امّـــابعـــد!

یہ بات ہر کسی کو معلوم ہے کہ جس طرح پیغمبر علیہ السلام پر ایمان لانا، اللہ پر ایمان لانے کے بعد ہے، جیسا کہ کلمہ طیبہ ''لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ'' اس بات پر دلالت کرتا ہے، اسی طرح قرآن کریم کا علم اور اس کو سمجھنا حدیث کے علم اور اس کے سمجھنے سے پہلے فرض ہے، یہ ہماری کم نصیبی ہے کہ ہم دونوں سے دور اور بے خبر ہیں، ایک تو غفلت کی وجہ سے ہمارے مولوی صاحبان کا اس بارے میں ان دونوں سے اچھی طرح باخبر نہ ہونا، اور دوسرا ان دونوں علوم کے لئے جو بنیادی باتیں ہیں ان سے بے خبری، اور پھر حدیث کی اصطلاحات سے بے خبری تو بالکل عام ہے، اسی وجہ سے میں نے چاہا کہ کچھ بنیادی اصطلاحات اس کتاب میں ذکر کروں تاکہ حدیث شریف کے طلباء کے لئے ان اصطلاحات کا جاننا اور یاد کرنا آسان ہوجائے اور میرے لئے زادِ آخرت بن جائے۔

إن ذلک علی اللّٰه یسیر.

محمد انور البدخشانی

۵ر جمادی الثانی ۱۴۰۵ھ

تقدیم

جب سے اسلامی علوم کے جمع وتدوین کا سلسلہ شروع ہوا ہے، اصول حدیث کا فن بھی اس سلسلہ میں شامل تھا لیکن الگ ایک مستقل علم نہ تھا، جب چوتھی صدی میں اسلامی علوم کمال کے درجے تک پہنچے اور ہر علم کیلئے اصطلاحات مقرر ہونے لگیں تو قاضی ابومحمد الحسن بن عبدالرحمان بن خلاّ درامہر مزی رحمہ اللہ المتوفی ۳۶۰ھ نے اصول حدیث پر ایک کتاب جس کا نام "المحدث الفاصل بين الراوی والواعی" ہے لکھی، اور یہ اس فن میں پہلی کتاب تھی جو مستقل اس موضوع پر لکھی گئی لیکن ترتیب کے اعتبار سے مکمل نہ تھی، ان کے بعد ابوعبداللہ حاکم نیشاپوری رحمہ اللہ المتوفی ۴۰۵ھ نے "معرفة علوم الحديث" کے نام سے کتاب لکھی، لیکن یہ کتاب بھی خلط ملط ہونے کی وجہ سے صاف اور مفید نہ تھی، اور نہ ہی اس فن کے متعلق تمام ابحاث لئے تھے، ان کے بعد ابونعیم احمد بن عبداللہ اصبہانی رحمہ اللہ المتوفی ۴۳۰ھ نے حاکم کی کتاب پر ایک کتاب "مستخرج" لکھی مگر انہوں نے بھی تمام ابحاث کو نہیں لیا اور آنے والوں کے لئے بہت ساری ابحاث چھوڑ دیں۔

اور جب خطیب بغدادی ابوبکر احمد بن علی المتوفی ۴۶۳ھ کا دور آیا تو انہوں نے "اصول حدیث" کے قانون پر ایک کتاب "الكفاية" کے نام سے لکھی، اور دوسری کتاب روایت کے آداب کے بارہ میں "الجامع فی آداب الشيخ والسامع" لکھی، اسی طرح کئی کتابیں علم حدیث سے متعلق مختلف فنون پر لکھیں یہاں تک کہ خطیب کے بعد آنیوالے لوگ اس بارہ میں خطیب ہی کے خوشہ چیں کہلائے۔

جیسا کہ حافظ ابوبکر بن نقطہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں "كل من أنصف علم أن المحدثين بعد الخطيب عيال على كتبه" یعنی اگر کوئی انصاف کے ساتھ دیکھے تو اس کو خطیب

کے بعد محدثین، خطیب کی کتابوں کے محتاج نظر آئیں گے۔

ان کے بعد قاضی عیاض مالکی رحمہ اللہ المتوفی ۵۴۴ھ نے اصول حدیث کے فن پر "الالماع الیٰ معرفۃ اصول الروایۃ و تقیید السماع" کے نام سے کتاب لکھی، ان کے بعد ابو حفص میانجی رحمہ اللہ المتوفی ۵۸۰ھ میدان میں آئے اور "مالا یسع المحدث جهله" کے نام سے اس فن پر کتاب لکھی، ان کے بعد حافظ ابو عمرو عثمان بن صلاح الشہر زوری رحمہ اللہ المتوفی ۶۴۳ھ جو دمشق کے مدرسہ اشرفیہ جو کہ دار الحدیث کے نام سے مشہور تھا میں درس دیا کرتے تھے، نے "علوم حدیث" کے نام سے کتاب لکھی جو کہ "مقدمۃ ابن الصلاح" کے نام سے مشہور ہے، حافظ ابن الصلاح رحمہ اللہ نے علم حدیث کے فنون سے متعلق تمام ابحاث بہت صاف صاف مرتب کیں، اور بکھری ہوئی منتشر ابحاث خطیب بغدادی رحمہ اللہ وغیرہ کی کتابوں سے یکجا کیں، اس وجہ سے تمام محدثین ابن صلاح کی کتاب کی طرف متوجہ ہوئے، امام نووی رحمہ اللہ نے اس کتاب کو مختصر کیا اور اس کا نام "تقریب" رکھا، بلقینی نے بھی اس کتاب کو مختصر کیا اس کا نام "محاسن الاصطلاح" رکھا، بعض محدثین نے اس کتاب کو "نظم" یعنی اشعار میں ذکر کیا، جیسا کہ حافظ عراقی رحمہ اللہ نے "الفیۃ" نامی کتاب میں اس کتاب کو اشعار میں ذکر کیا ہے اور بعض محدثین نے اس پر مستدرک لکھا، حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ المتوفی ۸۵۲ھ نے بھی اس کتاب کو مختصر کیا اور اس کا نام "نخبۃ الفکر" رکھا اور پھر اس پر "نزھۃ النظر" کے نام سے شرح لکھی، اور محمد بن احمد بن حجر (مصنف کا بیٹا) اور عبد الرؤف مناوی اور محمد صادق سندی[1] رحمہم اللہ نے بھی شرح نخبہ پر شروحات لکھیں، درس نظامی میں بھی یہ کتاب شامل ہے اور بعض مدارس میں "تقریب نووی" بھی اس کے ساتھ شامل درس ہے۔

(ملخص "من اطیب المنح فی علم المصطلح" از ص۲ تا ص۹)

---

[1] یہ شرح محمد صادق سندی کے صاحبزادے مخدوم ابو الحسن الصغیر سندی کی ہے اور "بهجة النظر" کے نام سے حیدر آباد سندھ میں "شاہ ولی اللہ اکیڈمی" کی جانب سے شایع ہوئی ہے ۱۲ ابو یوسف غفرلہ

سوال: اصول حدیث میں مشہور کتابیں کون کونسی ہیں؟

جواب: اصول حدیث میں مشہور کتابیں یہ ہیں۔

۱......"المحدث الفاصل بين الراوي والواعي" جو قاضی ابو محمد الحسن بن عبدالرحمٰن بن خلاد رامہرمزی رحمہ اللہ المتوفی ۳۶۰ھ نے لکھی ہے۔

۲......"معرفة علوم الحديث" ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ الحاکم النیشاپوری المتوفی ۴۰۵ھ نے لکھی ہے۔

۳......"المستخرج على معرفة علوم الحديث"

ابو نعیم احمد بن عبداللہ الأصبہانی رحمہ اللہ المتوفی ۴۳۰ھ نے لکھی ہے۔

۴......"الكفاية في علوم الرواية" ابوبکر احمد بن علی بن ثابت الخطیب البغدادی رحمہ اللہ المتوفی ۴۶۳ھ نے لکھی ہے۔

۵......"الجامع لأخلاق الرواي وآداب السامع" یہ بھی خطیب بغدادی کی لکھی ہوئی ہے۔

اس کتاب میں حدیث کی روایت کرنے کے آداب ذکر ہیں جیسا کہ اس کے نام سے معلوم ہوتا ہے۔ یہ کتاب اس موضوع پر بے مثال کتاب ہے، خطیب بغدادی رحمہ اللہ علوم حدیث کے ہر فن پر مستقل کتاب لکھ چکے ہیں، اسی وجہ سے تو حافظ ابوبکر بن نقطہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "كل من أنصف علم أن المحدثين بعد الخطيب عيال على كتبه"

۶......"ألإلماع إلى معرفة أصول الرواية وتقييد السماع"

قاضی عیاض بن موسیٰ یحصبی رحمہ اللہ المتوفی ۵۴۴ھ نے لکھی ہے۔

۷......"ما لا يسع المحدث جهله" ابو حفص عمر بن عبدالمجید المیانجی رحمہ اللہ

المتوفی ۵۸۱ھ نے لکھی ہے۔

۸......"علوم الحدیث" ابوعمرو عثمان بن عبدالرحمٰن الشہر زوری المتوفی رحمہ اللہ ۶۴۳ھ المعروف بہ "ابن الصلاح" نے لکھی ہے، یہ کتاب "مقدمة ابن صلاح" کے نام سے مشہور اور اصول حدیث کی کتابوں میں بہترین کتاب ہے۔

۹......"التقریب والتیسیر لمعرفة سنن البشیر النذیر" محی الدین یحیٰ بن شرف الدین النووی رحمہ اللہ المتوفی ۶۷۶ھ نے لکھی ہے، یہ کتاب اصل میں ابن الصلاح کی کتاب "علوم الحدیث" کا اختصار ہے لیکن اس کے بعض مقامات بہت مشکل ہیں۔

۱۰......"تدریب الراوی فی شرح تقریب النواوی" جلال الدین بن عبدالرحمان بن أبی بکر السیوطی رحمہ اللہ المتوفی ۹۱۱ھ نے لکھی ہے۔ یہ تقریب نووی کی شرح ہے جس نے اصول حدیث کے اکثر ابحاث کو لیا ہے۔

۱۱......"نظم الدرر فی علم الأثر" زین الدین عبدالرحیم بن الحسین العراقی المتوفی ۸۰۶ھ نے لکھی ہے۔ یہ کتاب "الفیة عراقی" کے نام سے مشہور ہے اور ابن صلاح کی کتاب "علوم الحدیث" کو منظوم بنایا ہے۔

۱۲......"فتح المغیث فی شرح الفیة الحدیث" محمد بن عبدالرحمان السخاوی المتوفی ۹۰۲ھ نے لکھی ہے، یہ عراقی کی "الفیة" کی شرح ہے اور تمام شروحات میں بہت مکمل شرح ہے۔

۱۳......"نخبة الفکر فی مصطلح علم الأثر" حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ المتوفی ۸۵۲ھ نے لکھی ہے۔ یہ کتاب باوجودیکہ بہت مختصر ہے مگر پھر بھی اصول حدیث کی

کتابوں میں بہت فائدہ مند کتاب شمار کی جاتی ہے۔

۱۴...... "المنظومة البيقونية" عمر بن محمد البیقونی رحمہ اللہ المتوفی ۱۰۸۰ھ نے لکھی ہے، یہ نظم کی کتابوں میں سب سے زیادہ مختصر ہے۔

۱۵......"قواعد التحديث" محمد جمال الدین القاسمی رحمہ اللہ المتوفی ۱۳۳۲ھ نے لکھی ہے۔

اسی طرح اور بہت سارے علماء نے اس سلسلہ میں بہت اچھی اچھی کتابیں لکھی ہیں لیکن اس مختصر کتاب میں ان سب کتابوں کو شمار کرنا مشکل ہے۔

"علم المصطلح" کی تعریف

سوال: "علم مصطلح" کسے کہتے ہیں؟

جواب: علم مصطلح ان اصول اور قواعد کے پہچاننے کو کہا جاتا ہے کہ جن کی وجہ سے حدیث کی سند اور اسکا متن پہچان لیا جائے کہ یہ قابل قبول ہے اور یہ قابل قبول نہیں ہے۔

سوال: اس علم کا "موضوع" کیا ہے یعنی اس میں کن چیزوں سے بحث کی جاتی ہے؟

جواب: اس علم کا موضوع حدیث کی سند اور متن ہے کہ یہ قبول ہے اور یہ نہیں۔

سوال: اس علم کا "مقصد" کیا ہے؟

جواب: اس علم کی غرض اور مقصد یہ ہے کہ صحیح اور ضعیف حدیث کے درمیان فرق واضح ہو جائے، تاکہ صحیح حدیث پر عمل ہو جائے اور ضعیف حدیث سے لوگ اپنے آپ کو بچائیں۔

سوال: "متن" کسے کہتے ہیں؟

جواب: متن، حدیث کے ان الفاظ کو کہا جاتا ہے جو سند کے ختم ہونے کے بعد شروع ہوتے ہیں۔

سوال: ''سند'' کسے کہتے ہیں؟

جواب: وہ راوی حضرات جو حدیث بیان کرتے ہیں۔

سوال: ''اسناد'' کس کو کہتے ہیں؟

جواب: یہ بھی ان راویوں کو کہا جاتا ہے جو حدیث کی سند میں ذکر کیئے جاتے ہیں اور کبھی ان راویوں کے یاد کرنے کو بھی اسناد کہتے ہیں۔

سوال: ''مسنِد'' (نون کے زیر کے ساتھ) کس کو کہتے ہیں؟

جواب: مسند اس شخص کو کہا جاتا ہے جو سند کے ساتھ حدیث ذکر کرے، خواہ اس کے معنیٰ کو سمجھتا ہو یا نہیں۔

سوال: ''مسنَد'' (نون کے زبر کے ساتھ) کا کیا مطلب ہے؟

جواب: مسند لغت میں اس چیز کو کہا جاتا ہے جس کی سند ذکر کی گئی ہو، اور کسی کی طرف اس کی نسبت ہوئی ہو، اور محدثین کی اصطلاح میں دو (۲) معنوں میں آتا ہے۔

اول: اس کتاب کو کہا جاتا ہے کہ جس میں کسی ایک صحابی کی روایتیں ہوں۔

دوئم: مرفوع متصل حدیث کو کہا جاتا ہے یعنی وہ حدیث جو سند کے ساتھ روایت کی گئی ہو۔

سوال: ''محدّث'' کس کو کہا جاتا ہے؟

جواب: محدث اس کو کہا جاتا ہے جو علم حدیث کی روایت اور اس کے معنیٰ میں غور و فکر میں مشغول ہو، اور اکثر احادیث اور اس کے راویوں سے واقف ہو۔

سوال: ''حافظ'' کس کو کہا جاتا ہے؟

جواب: بعض علماء کے نزدیک حافظ اور محدث ایک چیز ہے۔ اور بعض کے نزدیک حافظ، محدث سے بلند ہوتا ہے اور احادیث کے اکثر راویوں کو جانتا ہے۔

سوال: محدثین کے نزدیک "حاکم" کس کو کہا جاتا ہے؟

جواب: محدثین کی اصطلاح میں حاکم اس کو کہا جاتا ہے جس نے عام احادیث کے متون اوراس کی اسناد کا احاطہ کیا ہوا ہو یعنی اس کو یاد ہوں[1]۔

پہلا باب

حدیث، خبر، مرفوع، اثر، موقوف اور مقطوع کے بیان میں

سوال: "حدیث" کسے کہتے ہیں؟

جواب: حدیث لغت میں کلام اور ہر نئی چیز کو کہا جاتا ہے اور محدثین کی اصطلاح میں اس کلام، کام اور تقریر کو کہا جاتا ہے جن کی نسبت پیغمبر علیہ السلام کی طرف ہوئی ہو، اور بعض نے مجازاً صحابۂ کرام اور تابعین کے کلام، ان کے کام اور تقریر کو بھی حدیث کہا ہے لیکن حدیث کا پہلا معنیٰ زیادہ مشہور ہے۔

سوال: آپ نے کہا کہ "حدیث" کلام، کام اور تقریر کو کہا جاتا ہے، کلام اور کام تو ظاہر ہیں لیکن "تقریر" کسے کہتے ہیں؟

جواب: تقریر اس کو کہتے ہیں کہ پیغمبر علیہ السلام کے سامنے کوئی کام ہوا ہو یا کوئی گفتگو ہوئی ہو اور پیغمبر علیہ السلام نے اس پر خاموشی اختیار فرمائی ہو اور ایسے شخص کو منع نہ فرمایا ہو تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ یہ کام جائز ہے (یعنی آپ ﷺ کی خاموش تائید بھی آپ کی سنت اور حدیث شمار ہوتی ہے)۔

سوال: "خبر" کسے کہتے ہیں؟

---

[1] خلاصہ از تیسیر مصطلح الحدیث ص/۱۶

جواب: خبر لغت میں خبر دینے کو کہتے ہیں اور محدثین کی اصطلاح میں یہ لفظ تین معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔

پہلا معنیٰ: خبر اور حدیث ایک چیز ہے یعنی دونوں کا ایک معنیٰ ہے۔

دوسرا معنیٰ: حدیث اس کو کہتے ہیں کہ جو پیغمبر علیہ السلام سے ثابت ہو اور خبر وہ ہے جو پیغمبر علیہ السلام کے علاوہ کسی اور سے ثابت ہو۔

تیسرا معنیٰ: خبر عام ہے کہ پیغمبر علیہ السلام سے ثابت ہو یا کسی اور سے، اور حدیث خاص ہے پیغمبر علیہ السلام کے ساتھ یعنی صرف انہی سے ثابت ہو۔

سوال: ''اثر'' کسے کہتے ہیں؟

جواب: اثر لغت میں بچی ہوئی چیز کو کہا جاتا ہے اور محدثین کی اصطلاح میں اس میں دو قول ہیں۔

۱..... ایک یہ ہے کہ حدیث اور اثر ایک چیز ہے۔

۲..... دوسرا یہ کہ جو کام یا کلام، صحابہ کرام یا تابعین سے ثابت ہو اس کو اثر کہا جاتا ہے اور جو پیغمبر علیہ السلام سے ثابت ہو ان کو حدیث کہا جاتا ہے۔

سوال: ''حدیث قدسی'' کونسی حدیث کہلاتی ہے؟

جواب: ''قدسی'' لغت میں اس چیز کو کہا جاتا ہے جس کی نسبت پاکی کی طرف کی گئی ہو، ''حدیث قدسی'' کا مطلب یہ ہے کہ وہ حدیث جو خداوند قدوس کی طرف منسوب ہو۔ اور محدثین کی اصطلاح میں ''حدیث قدسی'' وہ ہے جس کو رسول اللہ ﷺ نے امت کو بیان کرتے اور پہنچاتے وقت اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کیا ہو، اور فرمایا ہو کہ '' قال اللہ تعالیٰ ''

(اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے)۔ یا وہ روایت جو ہمیں رسول اللہ ﷺ سے پہنچی ہو اور اس میں اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہوئی ہو۔

حدیث قدسی کی مثال:

امام مسلم رحمہ اللہ اپنی کتاب ''صحیح مسلم'' میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے واسطے سے رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں ''**فیما روی عن اللّٰہ تبارک وتعالیٰ أنه قال: یا عبادی انی حرمت الظلم علیٰ نفسی وجعلته بینکم محرّماً فلا تظالموا......الحدیث**''

سوال: ''حدیث مرفوع'' کون سی ہے؟

جواب: وہ کلام یا کام یا تقریر جو پیغمبر علیہ السلام تک پہنچے، اور ان سے ثابت ہو، اس کو ''حدیث مرفوع'' کہتے ہیں، جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ پیغمبر علیہ السلام نے یہ گفتگو کی ہے، یا یہ کام کیا ہے اور اسی طرح تقریر بھی، یا یہ کہا جائے کہ فلاں حدیث حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً ثابت ہے، یا یہ کہا جائے ''رفعہ ابن عباسؓ'' یا ایسے اور الفاظ مثال کے طور پر

''**رأیت رسول اللّٰہ ﷺ یفعل کذا، او سمعت منه کذا، أو فعل عنده کذا**''.

سوال: ''حدیث موقوف'' کسے کہتے ہیں؟

جواب: ہر وہ حدیث جو صحابی تک پہنچے یا صرف صحابۂ کرام سے روایت کی گئی ہو، اس کو حدیث موقوف کہتے ہیں، جیسے ''ابن عباس نے یہ بات کی ہے'' اور اسی طرح تقریر بھی، یا یہ کہا جائے کہ یہ حدیث ابن عباسؓ سے موقوفاً ثابت ہے، یا یہ کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ پر موقوف ہے یا اس جیسی اور مثالیں۔

سوال: ''حدیث مقطوع'' کسے کہتے ہیں؟

---

[۱] صحیح مسلم ج ۲، ص ۳۱۹ قدیمی

جواب: ہر وہ حدیث جو تابعین تک پہنچے اس کو حدیث مقطوع کہتے ہیں۔

فائدہ:۔

۱......محدثین کبھی حدیث موقوف اور مقطوع دونوں کو ''اثر'' بھی کہتے ہیں۔

۲......اور کبھی ''اثر'' صحابۂ کرام کے کلام، کام اور تقریر کو کہتے ہیں۔

۳......اور کبھی ''اثر'' حدیث مرفوع اور صحابۂ کرام کے آثار کو کہتے ہیں جیسا کہ امام طحاوی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب کا نام ''شرح معانی الآثار'' رکھا ہے باوجودیکہ اس میں مرفوع احادیث بھی ہیں اور صحابۂ کرام کے آثار بھی، اسی طرح امام طبرانی رحمہ اللہ نے اپنی ایک کتاب کا نام ''تھذیب الآثار'' رکھا ہے باوجودیکہ اس میں مرفوع آثار زیادہ ہیں۔

سوال: اثر اور خبر کے درمیان کیا فرق ہے؟

جواب: خبر مرفوع حدیث کو کہتے ہیں اور اثر صحابۂ کرام کے آثار کے ساتھ خاص ہے بعض علماء اثر کو عام سمجھتے ہیں جیسا کہ پہلے گزر گیا، لیکن پہلا معنیٰ مشہور ہے کہ اثر صحابۂ کرام کے اقوال، افعال اور تقریر کو کہا جاتا ہے۔

حدیث مرفوع اور اس کی قسمیں

سوال: حدیث مرفوع یا رفع حدیث کتنی قسم پر ہے؟

جواب: دو قسم پر ہے۔(۱) رفع حقیقی (۲) رفع حکمی، پھر ہر ایک تین قسم پر ہے۔

''رفع حقیقی'' کی قسمیں:

۱......رفع حقیقی، قولی حدیث میں یہ ہے کہ راوی کہے کہ میں نے رسول ﷺ سے سنا کہ انہوں نے اس طرح فرمایا، یا (راوی) یہ کہے کہ انہوں نے اس طرح حدیث بیان فرمائی، یا کہے

"قال رسول اللہﷺ" یا "عن رسول اللہﷺ "۔

۲......رفع حقیقی، فعلی حدیث میں یہ ہے کہ راوی کہے "رأیت رسول اللہ ﷺ فعل کذا"، یا اس طرح کہے "کان رسول اللہﷺ یفعل کذا"۔

۳......رفع حقیقی، تقریری حدیث میں یہ ہے کہ راوی کہے "میں نے فلاں کام پیغمبر علیہ السلام کے سامنے کیا تو انہوں نے مجھے منع نہیں کیا"۔

"رفعِ حکمی" کی قسمیں:

۱......رفع حکمی، قولی حدیث میں اس طرح ہے کہ صحابی کوئی کام ایسا کرے کہ اس میں اجتہاد کی گنجائش نہ ہو۔

۲......رفع حکمی، فعلی حدیث میں اس طرح ہے کہ اس میں اجتہاد نہ ہو سکتا ہو، یعنی اس کام کی پہچان پیغمبر علیہ السلام سے سنے بغیر یا پیغمبر علیہ السلام کو دیکھے بغیر نہ ہو سکتی ہو، یا راوی کہے کہ پیغمبر علیہ السلام کے زمانہ میں لوگ اس طرح کا کام کیا کرتے تھے، اس لئے کہ یہ ظاہر بات ہے کہ پیغمبر علیہ السلام کو ان کاموں کا پتہ ہو گا۔

۳......رفع حکمی، تقریری یہ ہے کہ صحابی کہے کہ سنت اس طرح ہے، یا کہے کہ ہمیں اس کام کا حکم ہوا ہے، یا ایک صحابی ایک کام کے کرنے کو گناہ یا طاعت کہے، جیسا کہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ "جس نے شکی (شک کا) روزہ رکھا تو یقیناً اس نے ابو القاسم ﷺ کی نافرمانی کی" اور یہ اس لئے کہ پیغمبر علیہ السلام سے سنے بغیر ایک کام کو گناہ یا عبادت کہنا جائز نہیں ہے۔

دوسرا باب

اِتصال، اِنقطاع، اِرسال اور تدلیس کے بیان میں

سوال: ''حدیثِ متصل'' کونسی ہے؟

جواب: اگر سند کے راوی مسلسل ذکر ہوں اور ایک راوی بھی بیچ میں چھوڑا نہ گیا ہو تو اس قسم کی حدیث کو ''متصل'' کہتے ہیں اور راوی کے نہ گرنے کو ''اتصال'' کہتے ہیں۔

سوال: ''حدیث منقطع'' کونسی ہے؟

جواب: جس حدیث کی سند سے ایک یا ایک سے زیادہ راوی گر گئے ہوں اور ذکر نہ ہوئے ہوں اس کو ''حدیث منقطع'' کہتے ہیں۔ اور اس (راوی کے) گرنے کو ''انقطاع'' کہتے ہیں۔

سوال: ''حدیث معلّق'' کونسی ہے؟

جواب: اگر راوی سند کے شروع میں گر گیا ہو، ایک ہو یا ایک سے زیادہ ہو، تو ایسی حدیث کو ''معلّق'' کہتے ہیں اور اس گرنے کو ''تعلیق'' کہتے ہیں۔

سوال: اگر سند کے تمام راوی حذف ہوئے ہوں یعنی ذکر نہ ہوئے ہوں اور کوئی ''قال رسول ﷺ'' کہے تو اس قسم کی حدیث کو کیا کہتے ہیں؟

جواب: ایسی حدیث کو بھی معلق کہتے ہیں، ایسی احادیث صحیح بخاری کے تراجم (ترجمۃ الباب) میں بہت ہیں جیسا کہ بخاری کی تعلیقات مشہور ہیں۔

سوال: معلق حدیث کا کیا حکم ہے، یعنی قبول ہے یا نہیں؟

جواب: معلق کے حکم میں تفصیل ہے، اگر حدیث معلق ایسی کتاب میں ہو کہ جس کے مصنف نے صحت کا خیال اچھی طرح رکھا ہو جیسا کہ صحیح بخاری، تو پھر دیکھا جائیگا کہ جزم اور

معلوم کے صیغے کے ساتھ ذکر کرتا ہے جیسے "قال فلان" یا "ذکر فلان" تو اس طرح کی حدیثِ معلق بالکل قبول ہے اس لئے کہ جزم کے صیغہ کے ساتھ ذکر کرنا اس حدیث کے ثبوت پر دلالت کرتا ہے۔

اور یا راوی اس کو تمریض اور مجہول کے صیغہ کے ساتھ ذکر کرے گا جیسے "قیل" "یقال" یا "ذُکِر" اس قسم کی معلق حدیث میں علماء کا کلام ہے، لیکن اگر کہیں وہ ایسی کتاب میں ہو کہ جس کے مصنف نے صحت کا خیال رکھا ہو تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس حدیث کی اصل ہے، اس وجہ سے علماء نے فرمایا ہے "تعلیقات البخاری صحیحة أو مفصلة" یعنی بخاری کی تعلیقات صحیح ہیں اور بعض ایسی ہیں کہ ان میں تفصیل ہے، لیکن بخاری کی تعلیقات کے علاوہ کسی اور کی تعلیقات جب تک ثابت نہ ہوں، ان کو صحیح نہیں کہا جا سکتا۔

تنبیہ: یہ مذکورہ تفصیل اس جگہ ہے کہ تعلیق کی نسبت اپنے شیخ (استاذ) کی طرف نہ کی ہو، اور اگر اپنے شیخ کی طرف نسبت کی ہو اور اس استاذ سے سماع (سننا) بھی ثابت ہو اور "قال" یا اس جیسے صیغہ کے ساتھ ذکر کیا ہو تو ایسی حدیث کو حدیث معنعن کہتے ہیں، اس کا حکم آگے آرہا ہے۔

سوال: "حدیث مرسل" کونسی حدیث ہے؟

جواب: حدیث مرسل وہ حدیث ہے کہ جس کی سند کے آخر سے تابعی کے بعد راوی گر گیا ہو۔ راوی صحابی ہو یا تابعی ہو، اس گرنے کو ارسال کہتے ہیں۔ جیسے تابعی کہے "قال رسول اللہ ﷺ کذا" اگرچہ بعض محدثین مرسل اور منقطع کو ایک سمجھتے ہیں لیکن فقہاء اور محدثین کے نزدیک مشہور یہ ہے کہ ان دونوں کے درمیان فرق ہے، ہاں! مرسل کو لغت کے اعتبار سے منقطع کہا جا سکتا ہے۔

سوال: ''مرسل'' کا حکم کیا ہے؟

جواب: مرسل کے حکم میں چار اقوال ہیں:

۱......جمہور محدثین کے نزدیک اس میں توقف کرنا چاہیئے، اس لئے کہ ہوسکتا ہے کہ ساقط راوی تابعی ہو اور ایک تابعی دوسرے تابعی سے روایت کر رہا ہو، کبھی تو ایسا ہوتا ہے کہ ایک سند میں پانچ چھ تک تابعین ہوتے ہیں اور تابعین میں ضعیف، غیر ضعیف، عادل اور غیر عادل دونوں ہوتے ہیں، اس وجہ سے مرسل کے حکم میں توقف کرنا چاہیئے۔

۲......امام ابوحنیفہ اور امام مالک رحمہما اللہ کے نزدیک مرسل مطلقاً قبول ہے اور ان دونوں اماموں کی دلیل یہ ہے کہ مرسِل (ارسال کرنے والا) بہت اعتماد اور وثوق کی وجہ سے ارسال کرتا ہے اور اختلاف ثقہ کے ارسال میں ہے، اگر مرسِل (ارسال کرنے والے) کے نزدیک یہ حدیث صحیح نہ ہوتی تو اس نے کبھی بھی ''قال رسول اللہ ﷺ'' نہ کہا ہوتا۔

۳......امام شافعیؒ کے نزدیک وہ مرسل قبول ہے جس کی تائید دوسرے طریق سے ہوتی ہو اگرچہ وہ مؤیِّد (تائید کرنے والی حدیث) خود بھی مرسل ہو۔

۴......امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے مرسل کے بارے میں دو قول ہیں، ایک یہ کہ مقبول ہے، دوسرا یہ کہ اس میں توقف کرنا چاہیئے، یہ اختلاف اس صورت میں ہے کہ راوی ثقہ راوی سے ارسال کرتا ہو، اور اگر ثقہ اور غیر ثقہ دونوں سے ارسال کرتا ہو تو پھر اس میں بالاتفاق توقف ہے۔

سوال: ''مُعْضَل'' کسے کہتے ہیں؟

جواب: اگر سند کے بیچ سے دو راوی ایک ساتھ پے در پے ساقط ہو جائیں تو اس حدیث کو ''معضل'' کہتے ہیں، اور اس سقوط کو اعضال کہتے ہیں۔

سوال: اگر سند کے بیچ سے ایک یا تین راوی ساقط ہو جائیں تو اس کو کیا کہتے ہیں؟

جواب: اس کو منقطع کہتے ہیں اور یہ انقطاع خاص معنیٰ کے ساتھ ہے اور غیر متصل کی ایک قسم ہے اور منقطع جو عام معنیٰ کے ساتھ ہوتا ہے وہ مقسم (وہ جو اقسام رکھتا ہے) ہے جیسا کہ پہلے گزر چکا۔

سوال: ''انقطاع کی علامت'' کیا ہے؟

جواب: انقطاع کی علامت اکثر تین چیزیں ہوتی ہیں۔

۱......راوی جس سے راویت کر رہا ہے اس کے ساتھ ملاقات اور رؤیت (دیکھنا) ثابت نہ ہو۔

۲......دونوں کا زمانہ ایک نہ ہو۔

۳......جس سے روایت کر رہا ہے اس کی طرف سے اس کو اجازت نہ ہو۔

ان تینوں علامات کا تاریخ سے پتہ چلتا ہے، اس لئے کہ راویوں کی ولادت و وفات اور علمی اسفار سے بحث تاریخ کا موضوع ہے (جسے اصطلاح میں رجال کا علم کہا جاتا ہے) اس انقطاع کو تو ہر عالم جانتا ہے، لیکن ایک دوسرا انقطاع ہے کہ وہ بہت مخفی ہوتا ہے اور محدثین اس کو تدلیس کہتے ہیں۔

سوال: ''تدلیس'' کسے کہتے ہیں؟

جواب: تدلیس لغت میں اس کو کہتے ہیں کہ بیچنے والا کسی چیز کو بیچتے وقت اس چیز میں پائے جانے والے عیب کو چھپا دے اور خریدنے والے کے سامنے ظاہر نہ کرے، اسی طرح سخت اندھیرے کے معنیٰ میں بھی آتا ہے، اندھیرے کی وجہ سے انسان پر اشیاء مشتبہ ہو جاتی ہیں، اور محدثین کی اصطلاح میں تدلیس اس کو کہتے ہیں کہ راوی اپنے استاذ کو

چھوڑ دے ،اس کا نام نہ لے اور اس سے اوپر والے راوی کا نام لے، اور ایسے الفاظ ذکر کرے کہ جن میں اس ذکر کیئے ہوئے راوی سے سننے اور نہ سننے دونوں کا احتمال ہو، جیسے کہے"عن فلان "یا"قال فلان "یہ الفاظ ان کے بارے میں استعمال ہوتے ہیں کہ راوی کی جن کے ساتھ ملاقات ہوئی ہو یا اس زمانے کا ہو، اسی طرح اس شیخ (استاذ) کے بارے میں استعمال ہوتا ہے کہ جس راوی کا سماع (حدیث کا سننا) جس سے ثابت ہو لیکن یہ حدیث اس سے نہ سنی ہو۔

سوال: حدیثِ مدلَّس کس طرح پہچانی جاتی ہے؟

جواب: اس کا تعلق فن کے ماہرین کے ساتھ ہے (یہ ہر کسی کا کام نہیں ہے)۔

سوال: "تدلیس کا حکم" کیا ہے؟

جواب: عام علماء کے نزدیک یہ بہت بُرا کام ہے ہاں! اگر ثقہ سے روایت کر رہا ہو تو قبول ہے۔

سوال: "تدلیس" کیوں ہوتی ہے؟

جواب: اگر روای ثقہ ہو، تو تدلیس کا سبب اس حدیث کا صحیح ہونا یا اس کا مشہور ہونا ہوتا ہے اور غیر ثقہ کی تدلیس اس استاذ سے (اپنے) سماع کا چھپانا ہوتا ہے بہت بڑھاپے کی وجہ سے، اور کبھی اس وجہ سے ہوتا ہے کہ وہ شیخ حدیث کے فن میں مشہور نہیں ہوتا، اور کبھی شیخ مستور الحال ہوتا ہے، اور مستور الحال ہونا اعتراض کا سبب ہے۔

سوال: "مُعَنْعَن" کسے کہتے ہیں؟

جواب: مُعَنْعَن اس حدیث کو کہتے ہیں جو لفظ"عن فلان عن فلان" کے ساتھ روایت ہوئی ہو۔

سوال: معنعن حدیث کو متصل کہا جائیگا یا غیر متصل؟

جواب: اگر معنعن حدیث کا راوی مدلّس ہو، تو حدیث منقطع کے حکم میں ہے، اور اگر راوی مدلّس نہ ہو تو بعض محققین کے نزدیک، امام علی بن المدینی رحمہ اللہ اور امام مسلم رحمہ اللہ کے درمیان، اور عام محدثین کے نزدیک امام بخاری اور امام مسلم رحمہما اللہ کے درمیان اس طرح کی حدیث کے حکم میں اختلاف ہے۔

امام مسلم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ راوی جس سے عنعنہ سے روایت کر رہا ہے تو اگر اس استاذ کے زمانے کا ہے تو یہ حدیث متصل کے حکم میں ہے اگر چہ اس استاذ کے ساتھ ملاقات ثابت نہ ہو۔

اور امام ابن المدینی رحمہ اللہ اور امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ صرف ایک زمانے کا ہونا کافی نہیں ہے بلکہ ملاقات کا ثابت ہونا بھی ضروری ہے۔

یہ بات جاننی چاہیئے کہ معنعن حدیث کا مرتبہ اس حدیث سے کم ہے جو کہ سماع اور تحدیث (حدثنا) کے ساتھ روایت ہوئی ہو، اسی وجہ سے امام بخاری رحمہ اللہ نے جہاں معنعن حدیث ذکر کی ہے اس کے متصل ہی ایسی حدیث ذکر کی ہے جو کہ سماع اور تحدیث کے ساتھ روایت ہوئی ہو اور عنعنہ کی وجہ سے پیش آنے والی کمی کا تدارک کیا ہے۔
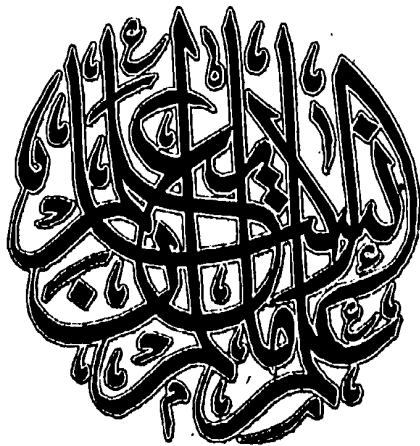
تیسرا باب

حدیثِ مسند، شاذ، محفوظ اور منکر کے بیان میں

سوال: ''حدیثِ مسند'' کسے کہتے ہیں؟

جواب: محدثین کے نزدیک مشہور اصطلاح یہ ہے کہ ہر مرفوع متصل حدیث کو مسند کہتے ہیں، بعض محدثین مطلقاً متصل کو مسند کہتے ہیں خواہ مرفوع ہو یا موقوف ہو یا منقطع ہو، اور بعض مطلقاً مرفوع کو مسند کہتے ہیں خواہ متصل ہو یا منقطع، لیکن معتبر وہی مشہور اصطلاح ہے۔

سوال: ''شاذ حدیث'' کسے کہتے ہیں؟

جواب: شاذ لغت میں اس آدمی کو کہتے ہیں جو جماعت سے نکل جائے، اور محدثین کی اصطلاح میں شاذ اس حدیث کو کہتے ہیں کہ جس کو ایک ثقہ راوی اپنے سے زیادہ ثقہ (اُوثق) راوی کے خلاف روایت کرے۔

سوال: ''شاذ حدیث'' کا حکم کیا ہے؟

جواب: اگر شاذ حدیث کا راوی ثقہ نہ ہو، تو وہ حدیث مردود اور نا قابل قبول ہے، اور اگر اس کا روای ثقہ ہو، تو راوی کا زیادہ حفظ والا (یعنی اُحفظ) ہونا، اور راویوں کے زیادہ ہونے اور اس طرح اور وجوہات کی وجہ سے یہ حدیث معتبر ہوتی ہے، خلاصہ یہ کہ شاذ حدیث کا راوی احادیث کے یاد کرنے اور ضبط کرنے میں دیگر ثقہ راویوں سے زیادہ ثقہ ہو اور قوی ہو، یا شاذ حدیث کے راوی کئی ہوں، تو ایسی حدیث کو محفوظ کہتے ہیں اور یہ حدیث قابل عمل ہوتی ہے، یعنی اگر ضعیف ثقہ سے اختلاف کرلے اور ثقہ، اُوثق سے، تو اس کو شاذ کہتے ہیں۔

سوال: ''حدیث محفوظ'' کسے کہتے ہیں؟

جواب: جیسا کہ پہلے گزر گیا کہ ثقہ، اُوثق کی مخالفت کرلے تو ثقہ کی روایت کو شاذ اور اُوثق کی روایت کو محفوظ کہتے ہیں۔

سوال: "منکر حدیث" کسے کہتے ہیں؟

جواب: منکر حدیث لغت میں اس کو کہتے ہیں کہ جس کا انکار (یعنی اسپر رد) ہوا ہو، اور محدثین کی اصطلاح میں اس حدیث کو کہتے ہیں کہ جس میں زیادہ ضعیف (اُضعف) راوی (کم) ضعیف راوی سے مخالفت کرے، منکر حدیث کے مقابلہ میں معروف حدیث ہے، اور معروف حدیث اس حدیث کو کہتے ہیں کہ (کم) ضعیف زیادہ ضعیف (اُضعف) راوی کی مخالفت کرے، یا ثقہ راوی ضعیف راوی سے اختلاف کرے "معروف حدیث" راجح اور معتبر ہے، اور "منکر حدیث" مرجوح اور غیر معتبر ہے، معروف حدیث کا راوی قوی ہوتا ہے اور محفوظ حدیث کے راوی سے اقویٰ (زیادہ قوی) ہوتا ہے۔

سوال: "متابع" کسے کہتے ہیں؟

جواب: جس حدیث کا راوی معتبر ہو اور اس جیسی روایت ایک دوسرے معتبر راوی نے بھی کی ہو تو دوسری روایت کو "متابَع" (باء کے فتحہ کے ساتھ) اور پہلی کو متابِع (باء کے کسرہ کے ساتھ) کہتے ہیں، یہ بات جاننا ضروری ہے کہ متابِع کا متابَع کے ساتھ قوت میں برابر ہونا اور ایک جیسا ہونا ضروری نہیں ہے، بلکہ اگر متابِع مرتبہ اور قوت میں برابر نہ ہو پھر بھی تقویت کا سبب بنتا ہے۔ محدثین جب کہیں "تابعه فلان"، "وله متابع" تو انکا مقصد بھی یہی تقویت ہوتی ہے۔

سوال: متابعت کتنی قسم پر ہے؟

جواب: متابعت دو/۲ قسم پر ہے۔ (۱) ایک راوی میں (۲) دوسرا اس سے اوپر والے شیخ

(استاذ) میں ہے، پہلی قسم دوسری قسم، کی بنسبت زیادہ مکمل اور بہتر ہے، اس لئے کہ کمزوری اور ضعف اکثر سند کے شروع میں ہوتی ہے، اور وہ متابعت کی وجہ سے ختم ہو جاتی ہے۔

سوال: بعض جگہوں میں متابع "مثلہ" کے لفظ کیساتھ ذکر ہوتا ہے اور بعض جگہوں میں "نحوہ" کے لفظ کے ساتھ، تو دونوں کے درمیان کوئی فرق ہے یا نہیں؟

جواب: اگر متابع، متابَع کے ساتھ لفظ اور معنیٰ دونوں میں ایک جیسا ہو تو محدثین کے عرف اور اصطلاح میں اس کے لئے لفظ "مثلہ" استعمال ہوتا ہے، اور اگر صرف معنیٰ میں اس کے ساتھ ایک جیسا ہو تو پھر اس کو "نحوہ" کے ساتھ ذکر کرتے ہیں۔ متابع میں شرط یہ ہے کہ متابع کا راوی بھی وہی راوی ہو جس سے اصل (متابَع) روایت کی گئی ہو۔ اور اگر ایسا نہ ہو تو پھر اس کو متابع نہیں کہا جا سکتا۔

سوال: محدثین کی اصطلاح میں "شاہد" کسے کہتے ہیں؟

جواب: شاہد لغت میں گواہ کو کہتے ہیں اور محدثین کی اصطلاح میں شاہد اس حدیث کی کہتے ہیں جو اصل روایت کی طرح ہو، لیکن دوسرے صحابی سے ہو، اگر چہ لفظ اور معنیٰ میں اسکے ساتھ ایک جیسا ہو یا صرف معنیٰ میں اس کے ساتھ ایک جیسا ہو، دونوں ایک چیز ہیں۔ محدثین کے کلام "لہ شواھد ویشھد بہ حدیث فلان" کا یہی مطلب ہے، بعض محدثین الفاظ میں ایک جیسا ہونے کو متابع کہتے ہیں اور معنیٰ میں ایک جیسا ہونے کو شاہد کہتے ہیں، ایک صحابی سے ہو یا دوسرے سے ہو، اور کبھی ایک (مثلاً متابع) کو دوسرے (شاہد) کی جگہ استعمال کرتے ہیں۔

سوال: "اعتبار" کسے کہتے ہیں؟

جواب: اعتبار، عبور سے ہے۔ لغت میں ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک پار ہونے

کو کہتے ہیں، اور محدثین کی اصطلاح میں متابع اور شاہد کے معلوم کرنے کے واسطے احادیث کے تمام طرق اور اسناد کے پرکھنے کو کہتے ہیں۔

سوال: ''معلّل'' کسے کہتے ہیں؟

جواب: معلل لغت میں علت والے اور بیمار کو کہتے ہیں، اور محدثین کی اصطلاح میں اس حدیث کو کہتے ہیں کہ جس کی سند میں کوئی علت اور کمزوری ہو۔

سوال: ''علت'' کے محدثین کی اصطلاح میں کیا معنیٰ ہیں؟

جواب: علت محدثین کی اصطلاح میں وہ چھپی ہوئی اور مشکل چیز ہے کہ جو حدیث کی صحت میں رکاوٹ بنے اگر چہ ظاہر میں اس حدیث کی سند صحیح اور پوری ہو، لیکن اس قسم کی علتیں وہ لوگ پہچان سکتے ہیں جو حدیث اور سند کے بارے میں پوری مہارت اور تجربہ رکھتے ہوں، اس طرح کی علت کی مثال جیسے مرسل حدیث کو موصول ذکر کریں اور موقوف کو مرفوع ذکر کریں، اسی طرح اور بھی علتیں ہیں کہ وہ حدیث کے فن کے ماہر آدمی کے سوا کوئی اور نہیں پہچان سکتا۔ کبھی علت سے جھوٹ، غفلت، بیکار، خراب حافظہ اور اس جیسی اور چیزیں بھی مراد لیتے ہیں۔

چوتھا باب

راوی پر اعتراض کے بیان میں

سوال: ''طعن'' (اعتراض) کی وجوہات کتنی ہیں؟

جواب: دو ہیں۔ (۱) ایک راوی کی عدالت کے ساتھ تعلق رکھتی ہے (۲) دوسری راوی کے ضبط (یاد کرنے) کے ساتھ تعلق رکھتی ہے۔

سوال: ''راوی کی عدالت'' کا کیا مطلب ہے؟

جواب: عدالت وہ ملکہ (قوت اور استعداد) ہے جو راوی کو تقویٰ اور مروّت پر آمادہ کرے۔

سوال: یہاں ''کونسا تقویٰ'' مراد ہے؟

جواب: یہاں تقویٰ سے مراد برے کاموں جیسے شرک، فسق اور بدعت سے اپنے آپکو بچانا ہے، صغیرہ (چھوٹے) گناہ کے بارہ میں اختلاف ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ صغیرہ سے بچنا بھی شرط اور ضروری ہے۔

سوال: ''مروّت'' کا کیا معنیٰ ہے؟

جواب: جو کام مردانگی (کمال رجلیّت) کے خلاف ہو، اس سے اپنے آپ کو بچانا مروّت کہلاتا ہے۔ جیسے بعض مباح کام ہو گئے مثلاً بازار میں کھانا پینا ہو گیا، یا عام راستہ میں پیشاب کرنے کے لئے بیٹھنا ہو گیا، یا ایسے اور کام کہ جن کی وجہ سے آدمی ہلکا اور خفیف نظر آئے، یہ سب مروّت کے خلاف ہیں۔

سوال: ''راوی کے ضبط'' کا کیا مطلب ہے؟

جواب: ضبط کا مطلب یہ ہے کہ راوی نے جو احادیث سنی ہوں ان کو یاد رکھنے کا ایسا اہتمام کرنا کہ وہ ہر وقت اسے یاد ہوں، یہاں تک کہ وہ جب چاہے، ان احادیث کو پورا پورا بیان کر سکے۔

سوال: ''ضبط'' کتنی قسم پر ہے؟

جواب: ضبط دو قسم پر ہے، ایک ضبطِ صدر ہے جو دل میں یاد رکھنے کے ساتھ تعلق رکھتا ہے، اور دوسرا ضبط کتاب ہے، یعنی کتاب کے محفوظ رکھنے کے ساتھ تعلق رکھتا ہے یہاں تک کہ اس کو ادا (دوسرے تک پہنچانا) نہ کیا ہو۔

سوال: ''عدالت کے منافی امور'' کتنے ہیں؟

جواب: پانچ ہیں۔ اولؔ یہ کہ راوی جھوٹا ہو، دوئمؔ یہ کہ جھوٹ کی تہمت اس پر لگی ہو۔ سوئمؔ یہ کہ راوی فاسق ہو، چہارمؔ یہ کہ راوی مجہول ہو، پنجمؔ یہ کہ راوی بدعتی ہو۔

سوال: ''ضبط کے منافی باتیں'' کیا کیا ہیں؟

جواب: یہ بھی پانچ ہیں۔ پہلاؔ یہ کہ راوی مکمل غافل اور بے پرواہ ہو۔ دوسراؔ یہ کہ اس سے بہت غلطیاں ہوتی ہوں، تیسراؔ یہ کہ ثقہ راویوں کی مخالفت کرتا ہو، چوتھاؔ یہ کہ اس کو وہم ہو جائے اور ایک روایت دوسری روایت کے ساتھ یا ایک سند دوسری سند کے ساتھ خلط ملط کر دے اور پانچواںؔ یہ کہ سئی الحفظ ہو، یعنی اس کا حافظہ کمزور اور خراب ہو۔

سوال: ''راوی کے جھوٹے ہونے'' کا کیا مطلب ہے، یعنی صرف احادیث میں جھوٹا ہو یا ہر چیز میں؟

جواب: راوی کا جھوٹا ہونا یہ ہے کہ احادیث میں جھوٹ بولتا ہو یعنی ایسی باتیں روایت کرتا ہو کہ پیغمبر علیہ السلام نے نہ کی ہوں، جھوٹے راوی کی روایت کو موضوع کہتے ہیں۔

سوال: ''جھوٹے راوی کا حکم'' کیا ہے؟

جواب: جس نے قصداً (جان بوجھ کر) احادیث میں جھوٹ بولا اور ثابت ہو گیا، تو پھر ساری عمر اس کی روایت قبول نہیں کی جائے گی، اگر چہ اس نے ایک مرتبہ جھوٹ بولا ہو، اور توبہ کی ہو پھر بھی اس کی حدیث قبول نہیں ہوگی، یہاں تک کہ بعض علماء نے احادیث میں جھوٹ (بولنے) کو کفر کہا ہے، اس لئے کہ حدیث شریف میں آتا ہے:

''من کذب علی متعمدا فلیتبوأ مقعده من النار''[1] جس نے مجھ پر قصداً جھوٹ بولا وہ اپنا ٹھکانہ دوزخ میں بنائے۔

---

[1] (صحیح بخاری، کتاب العلم، باب اثم من کذب علی النبی ﷺ، ۱/۱ ۲ قدیمی)

سوال: ''موضوع حدیث'' کسے کہتے ہیں؟

جواب: جس راوی پر پیغمبر علیہ السلام پر جھوٹ بولنے کا الزام ہو، ایسے راوی کی روایت کو محدثین کی اصطلاح میں موضوع حدیث کہتے ہیں، مطلب یہ کہ ایک آدمی نے کذبا (جھوٹی) اپنی طرف سے ایک بات بنائی ہو اور پھر اس کو پیغمبر علیہ السلام کی جانب منسوب کیا ہو، اس کو موضوع کہتے ہیں۔

سوال: ''موضوع حدیث کا حکم'' کیا ہے؟

جواب: موضوع حدیث کمزور احادیث کی بہت بُری قسم شمار کی جاتی ہے، بعض علماء تو موضوع حدیث کو بالکل حدیث میں شمار ہی نہیں کرتے، بلکہ ایک الگ چیز مانتے ہیں۔

سوال: ''متروک حدیث'' کسے کہتے ہیں؟

جواب: متروک لغت میں چھوڑی ہوئی چیز کو کہا جاتا ہے، اور محدثین کی اصطلاح میں اس حدیث کو متروک کہتے ہیں کہ جس کے راوی پر جھوٹ بولنے کی تہمت لگی ہو اور یہ روایت اس جھوٹے راوی کے علاوہ کسی اور نے ذکر بھی نہ کی ہو۔ اور شریعت کے معلوم اور مسلّم قواعد سے خلاف ہو، اور یہ متروک کی پہلی قسم ہے۔ اور متروک کی دوسری قسم یہ ہے کہ اس کا راوی احادیث کے علاوہ اور چیزوں میں جھوٹ بولنے میں نمایاں ہو، احادیث میں جھوٹ بولا ہو یا نہ، متروک کی یہ قسم، پہلی قسم سے ذرا کم تر ہے لیکن متروک دونوں کو کہا جاتا ہے، محدثین کے اس کلام ''حدیثه متروک وفلان متروک'' کا یہی مطلب ہے۔

سوال: اگر متروک الحدیث راوی توبہ کرلے تو اس کی روایت قبول کی جائیگی یا نہیں؟

جواب: جی ہاں! اگر توبہ کرلے اور اس کا توبہ کرنا ثابت ہو جائے اور اس کے کلام وگفتگو اور کاموں میں سچ کی علامات ظاہر ہو جائیں تو اس کی حدیث قبول کی جائیگی، باقی رہ گیا وہ

آدمی جو عادت کے طور پر نہیں بلکہ ویسے ہی کہیں بھولے سے جھوٹ بولدے اور جھوٹ احادیث میں نہ بولا ہو، تو یہ بھی گناہ ہے، لیکن اس کی حدیث کو موضوع یا متروک نہیں کہا جاتا۔

سوال: اگر ایک راوی ایسا ہو کہ اس پر عملی فسق کا الزام لگا ہو یا یہ کہ اس سے غلطیاں اور خلط ملط زیادہ ہوتا ہو، تو ایسے راوی کی روایت کو کیا کہا جاتا ہے؟

جواب: ان دونوں قسموں کے راویوں کی روایت کو منکر کہا جاتا ہے، اور منکر کا مطلب پہلے گزر گیا وہ یہ کہ ضعیف حدیث قوی حدیث کے مخالف ہو، یہ بات جاننی چاہیئے کہ قوی حدیث کی مخالفت ان ذکر شدہ عیوب کی وجہ سے بھی ہوتی ہے، اسی وجہ سے جس راوی میں یہ عیوب موجود ہوں تو اس کی روایت کو منکر کہا جاتا ہے۔

سوال: ''مجہول'' اور ''مبہم حدیث'' کسے کہتے ہیں؟

جواب: اگر ایک راوی میں ان باتوں میں سے جو اس کے بعد ذکر کی جاتی ہیں، ایک بات بھی موجود ہو تو ایسے راوی کی روایت کو مبہم اور مجہول کہا جاتا ہے۔

جہالت دو قسم پر ہے

۱......اول یہ کہ راوی کی کئی صفات ہوں جیسا کہ نام، کنیت، لقب، پیشہ اور نسب، کہ ان صفات میں سے کسی صفت کے ساتھ مشہور ہو اور پھر بھی کسی خاص غرض کے لئے ایسی صفت سے ذکر کیا جائے کہ جس (صفت) سے وہ مشہور نہ ہو، اس کی وجہ سے جہالت آتی ہے اس لئے کہ آدمی کا یہ گمان ہو جاتا ہے کہ یہ کوئی اور راوی ہے۔

۲......دوسرا یہ کہ اس سے روایتیں کم ہوں، یا اس کے شاگرد کم ہوں، جس کی وجہ سے وہ لوگوں میں مشہور نہ ہو تو ایسے راوی کو بھی مجہول کہتے ہیں۔

۳......تیسرا یہ کہ اختصار کی وجہ سے راوی کا نام پورا نہ لے، اور نام کی جگہ کہے

''اخبرنی فلان'' یا ''شیخ'' یا ''رجل'' توان تینوں صورتوں میں اس حدیث کو مبہم کہتے ہیں۔

سوال: ''مبہم حدیث اور مجہول راوی کی حدیث کا حکم'' کیا ہے؟

جواب: قبول نہیں ہے، اس لئے کہ قبول کرنے کی شرط عدالت ہے، جب راوی کا نام یا ذات مبہم ہو، تو اس کی عدالت کا پتہ کیسے لگے گا؟ یہاں تک کہ اگر مبہم اور مجہول تعدیل کے لفظ کے ساتھ روایت کرے اور کہے ''أخبرني ثقة'' یا اس جیسے اور الفاظ، تو صحیح بات یہ ہے کہ اس کی روایت قبول نہیں ہے اس لئے کہ ہوسکتا ہے اس راوی کے نزدیک وہ راوی ثقہ ہو، اور دیگر حضرات کے ہاں مجروح اور مطعون ہو (ثقہ نہ ہو) ہاں! اتنی بات ہے کہ یہ حدیث خود، راوی کے لئے حجت اور دلیل ہوگی، لیکن لوگوں کے لئے حجت نہ ہوگی۔

سوال: ''مجہول راوی'' کتنی قسم پر ہے؟

جواب: دو قسم پر ہے، ایک وہ کہ حدیث کا راوی نہ ذکر ہوا ہو اور نہ اس کا نام لیا گیا ہو لیکن ایک دوسرے ثقہ آدمی نے اس کی توثیق کی ہو۔

دوسرا مجہول الحال، اور وہ یہ کہ دو آدمیوں نے ایک راوی سے روایت کی ہو لیکن نہ اس کا نام لیا ہو اور نہ ہی اس کی کسی نے توثیق کی ہو، پہلی قسم میں اگرچہ اس کا نام نہیں لیا گیا ہے لیکن توثیق اس کی ہوئی ہے، اس دوسری قسم کو ''مستور الحال'' کہتے ہیں۔

سوال: ''مستور الحال راوی کی روایت'' قبول ہے یا نہیں؟

جواب: مستور الحال راوی کی حدیث قبول کرنے میں بعض علماء نے اختلاف کیا ہے۔ مگر جمہور علماء کے نزدیک قبول نہیں ہے، لیکن صحیح بات یہ ہے کہ مستور الحال راوی میں رد اور اعتماد دونوں احتمالات موجود ہوتے ہیں، لہٰذا اس میں توقف کرنا چاہیئے یہاں تک کہ اس کا پتہ چل جائے۔

سوال: "بدعتی کی روایت" قبول ہے یا نہیں؟

جواب: جب تک بدعت کا مطلب اور اس کی قسمیں نہ پہچانی گئی ہوں اس کا جواب واضح نہیں ہوتا، اس وجہ سے پہلے بدعت کا مطلب اور اس کی قسمیں ذکر کرتے ہیں، اس کے بعد جواب ذکر کریں گے۔

بدعت کا لغوی اور شرعی مطلب

بدعت لغت میں ایجاد کرنے کو کہتے ہیں اور شریعت کی اصطلاح میں ہر اس عقیدے اور کام کو کہا جاتا ہے جس کا ثبوت شریعت سے نہ ہو، اور لوگوں نے اپنی طرف سے بنایا ہو، ثواب کے لئے یا گناہ سے بچنے کے خیال سے، بعض لوگ ہر بدعت کے جائز کرنے کے لئے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی اس حدیث "ما راٰہ المسلمون حسنا فهو عند الله حسن[1]" سے دلیل پکڑتے ہیں، حالانکہ یہ (استدلال) بالکل غلط ہے کیونکہ اس روایت کا یہ مطلب نہیں ہے کہ مسلمانوں کو اپنی خواہش کی بنا پر جو بھی چیز اچھی لگے وہ عنداللہ بھی اچھی شمار ہوتی ہے بلکہ روایت کا درست مفہوم یہ ہے کہ مؤمن مسلمان کتاب وسنت کی روشنی میں جس چیز کو اچھا قرار دے، وہ چیز اللہ کے ہاں بھی اچھی ہی ہوگی۔

اس حدیث میں "ألمسلمون" کے لفظ نے بدعت کے تمام دروازے بند کردیئے ہیں، دوسرا یہ کہ "المسلمون" میں "الف لام" عہد خارجی کے لئے ہے اور اس سے مراد صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم ہیں، اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے علاوہ کسی اور کی تحسین (کسی چیز کو اچھا کہنے) کا کوئی اعتبار نہیں ہے، بہر حال اس حدیث کو ہر بدعت کے جواز کے لئے سند بنانا سراسر ناانصافی ہے۔

---

[1] المستدرک للحاکم، باب معرفة الصحابة رضی اللہ عنہم، ۲۸/۴ دار المعرفة بيروت

بدعت کی قسمیں

بدعت دو قسم پر ہے۔ایک وہ کہ جو عقیدے کے ساتھ تعلق رکھتی ہے،اور دوسری وہ کہ جو عمل کے ساتھ تعلق رکھتی ہے، عملی بدعت کو محدثین فسق میں شمار کرتے ہیں،تو یہاں بدعت سے مراد عقیدے کی بدعت ہے۔اب باقی رہ گئی یہ بات کہ ایسے بدعتی کی روایت قبول ہے یا نہیں؟

تو اس بارے میں صحیح اور قابل اعتبار بات یہ ہے کہ اگر بدعتی کسی امرِ متواتر کا منکر ہو یا وہ امر دین کی ضروریات میں سے شمار کیا جاتا ہو تو اس قسم کے بدعتی کی روایت مردود ہے، قبول نہیں ہے،اور اگر دین کی ضروریات کا منکر نہ ہو اور ضبط اور تقویٰ کا حامل ہو، اور اپنی بدعت کی طرف کسی کو نہ بلاتا ہو،اور بدعت کا مؤید اور مددگار نہ بنتا ہو،تو اس کی روایت مردود اور نا قابل قبول نہیں ہے بلکہ ان کی روایت قبول کی جاتی ہے۔صحاحِ ستہ کے راویوں میں جو راوی بدعتی نظر آتے ہیں،وہ اس دوسری قسم سے ہیں۔

سوال: ''مضطرب حدیث'' کونسی حدیث کو کہا جاتا ہے؟

جواب: اضطراب لغت میں پانی کی موجوں کی حرکت کو کہا جاتا ہے اور خلل اور فساد کے معنیٰ میں آتا ہے،تو مضطرب اس چیز کو کہا جاتا ہے کہ جس میں نقصان اور فساد ہو، اور مضطرب حدیث بھی کسی خلل اور فساد سے خالی نہیں ہوتی،محدثین کی اصطلاح میں مضطرب اس حدیث کو کہتے ہیں کہ مختلف طرق اور سندوں کے ساتھ مروی ہو،اور ایک دوسرے کے ساتھ ایسے متعارض ہوں کہ تطبیق اور جمع ان میں آسان نہ ہو،اور سب ایک دوسرے کے ساتھ قوت اور ضعف میں برابر ہوں،اور ایک دوسرے پر ترجیح دینا بھی آسان نہ ہو۔

سوال: ''اضطراب'' کتنی قسم پر ہے؟

جواب: اضطراب دو قسم پر ہے۔ ایک اضطراب متن میں اور دوسرا اضطراب سند میں، کبھی اضطراب ایک راوی سے ہوتا ہے اور کبھی کئی راویوں سے ہوتا ہے، کبھی ایک چیز کے آگے کرنے میں اضطراب ہوتا ہے اور کبھی اس کے پیچھے کرنے میں۔

سوال: ثقہ راویوں کی مخالفت جو کہ اعتراض کا سبب ہے، کتنی قسم پر ہے؟

جواب: یہ مخالفت تقریباً سات قسم پر ہے۔ (۱) اسناد (سند بیان کرنے) میں اختلاف (۲) متن میں مخالفت (۳) حدیث کے الفاظ میں کمی یا زیادتی کی مخالفت (۴) آگے پیچھے کرنے میں اختلاف (۵) کمی زیادتی کرنا (۶) بدلنا (۷) راویوں کے ناموں یا متن کے اجزاء اور ٹکڑوں میں غلطی کرنا یا اس جیسی اور غلطیاں، ان سب صورتوں میں حدیث کو مضطرب کہتے ہیں۔

سوال: ''مضطرب حدیث'' کا حکم کیا ہے؟

جواب: اگر تعارض ختم کرنا اور تطبیق (جمع کرنا) ممکن ہو تو ایسی روایت قبول کی جائے گی ورنہ پھر اس کا حکم یہ ہے کہ اس میں توقف کرنا چاہیئے۔

سوال: اگر ایک راوی پر ''وہم'' کی تہمت لگی ہو تو اس کی روایت کو کیا کہتے ہیں؟

جواب: اگر اس نے روایت یقین کے ساتھ نہ کی ہو اور ویسے ہی وہم کے طریقہ پر کی ہو اور قرائن اور نشانیوں سے وہم کا پتہ چلتا ہو، اور اسی طرح اس میں اور بھی علتیں موجود ہوں تو ایسے راوی کی روایت کو معلل کہا جاتا ہے۔

سوال: راوی کے ''وہم'' کا کیسے پتہ چلے گا؟

جواب: اس روایت کی تمام طرق جمع کرنے کے ساتھ راوی کے ''وہم'' کا پتہ لگ سکتا ہے، اور یہ حدیث کے فن میں سب سے زیادہ گراں اور مشکل کام ہے، اس وجہ سے اس کی کھوج

(پتہ) صرف وہی آدمی لگا سکتا ہے جو بہت سمجھدار ہو اور حافظہ اس کا بہت زیادہ ہو، اور راویوں اور احادیث کے مرتبے سے اچھی طرح باخبر ہو جیسا کہ گزشتہ بڑے بڑے علماء جن کا سلسلہ امام دار قطنی رحمہ اللہ پر ختم ہوتا ہے۔

سوال: راوی کے سوء حفظ (یعنی خراب حافظہ) کا کیا مطلب ہے؟

جواب: سوء حفظ اس کو کہتے ہیں کہ راوی کی غلطیاں، صواب (صحیح) سے اور اس کا سہو اور بھول، حفظ (یاد رکھنے) سے زیادہ ہوں، یا اس کے ساتھ برابر ہوں، اور اگر ایسا ہو کہ اس سے غلطی اور بھول کبھی کبھی واقع ہوتی ہو، تو اس کا اعتبار نہیں ہے، اس لئے کہ ایسی غلطی اور بھول سے کوئی بھی خالی نہیں ہوتا، اور اگر اس کا صواب (صحیح) اور حفظ اور اتقان زیادہ ہو اور اس کی غلطیاں اور بھول کم ہو تو ایسی راوی کو سئ الحفظ (برے حافظے والا) نہیں کہا جاتا۔

سوال: سیٔ الحفظ (بُرے حافظے والے) راوی کا حکم کیا ہے؟

جواب: اگر سوء حفظ ہمیشہ ہو تو ایسے راوی کی روایت معتبر نہیں ہے، اور اگر کبھی کبھی ہو، ہمیشہ نہ ہو، اختلاط (خلط ملط، گڈ مڈ ہونا) یا بڑھاپے کی وجہ سے ہو، یا آنکھوں سے نابینا ہو جائے، یا جن کتابوں سے روایت کرتا تھا، وہ ضائع ہو جائیں تو ان صورتوں میں راوی کو "مختلط" کہتے ہیں، اب اگر یہ پتہ لگ سکتا ہو کہ اس نے یہ روایتیں اختلاط سے پہلے کی ہیں اور یہ اختلاط کے بعد کی ہیں، تو جو روایتیں اختلاط سے پہلے بیان کی ہیں وہ معتبر ہوں گی، اور جو اختلاط کے بعد بیان کی ہیں وہ معتبر نہیں ہوں گی، اور اگر یہ پتہ نہ لگ سکتا ہو تو پھر اس کی روایتوں کا حکم یہ ہے کہ اس میں توقف کیا جائے گا، ہاں! اگر ان سب سورتوں میں اس روایت کے شواہد اور متابع موجود ہوں تو اعتبار کے درجہ میں قبول ہوگی۔

پانچواں باب

خبر واحد کی قوت اور ضعف کے اعتبار سے اقسام کے بیان میں

سوال: ''صحیح حدیث'' کونسی ہے؟

جواب: ہر وہ حدیث کہ عادل اور کامل الضبط راوی نے متصل سند کے ساتھ نقل کی ہو، اور ہر قسم کی شذوذ اور علتوں سے پاک ہو، اس کو صحیح حدیث کہتے ہیں۔

سوال: ''حدیث صحیح لذاتہ'' کونسی ہے؟

جواب: صحیح حدیث کی تعریف میں جو صفات ذکر ہوئیں اگر یہ سب (صفات) حدیث میں موجود ہوں تو اس کو حدیث صحیح لذاتہ کہتے ہیں۔

سوال: ''حدیث صحیح لغیرہ'' کونسی حدیث ہے؟

جواب: اگر حدیث صحیح لذاتہ کی صفات میں سے کوئی کمی پائی جائے یعنی وہ تمام صفات اس میں موجود نہ ہوں لیکن زیادہ طُرق کی وجہ سے یہ نقصان پورا کرلیا جائے، تو اس صورت میں اس حدیث کو صحیح لغیرہ کہتے ہیں۔

سوال: ''حدیث حسن لذاتہ'' کونسی حدیث ہے؟

جواب: اگر کمی اور نقصان صرف راوی کے ضبط میں ہو، تو اس کو حسن لذاتہ کہتے ہیں۔

سوال: ''حدیث حسن لغیرہ'' کونسی ہے؟

جواب: ہر وہ حدیث کہ جس کے ضعیف ہونے میں توقف ہو لیکن قرائن اور زیادہ طرق کی وجہ سے راجح اور قابل قبول ہو جائے، تو اس کو حسن لغیرہ کہتے ہیں۔

حدیثِ غریب

سوال: ''غریب حدیث'' کا کیا معنیٰ ہے؟

جواب: غریب صفت مشبہ کا صیغہ ہے، لغت میں اس شخص کو کہا جاتا ہے جو اکیلا ہو، اور اپنے رشتہ داروں سے دور ہو۔ اور محدثین کی اصطلاح میں غریب اس حدیث کو کہتے ہیں کہ جس کا راوی (کہیں نہ کہیں) ایک آدمی ہو، اگر حدیث کے تمام یا بعض طبقوں میں ایک راوی ہو تو اس کو غریب حدیث کہتے ہیں۔ اور اگر بعض طبقوں میں ایک سے زیادہ ہو جائیں تو بھی اس کو غریب کہا جاتا ہے۔ اس لئے کہ اس فن میں اقل (کم) کا اعتبار ہوتا ہے، جیسے کہ عزیز حدیث کے لئے شرط ہے کہ اس کے دو راوی ہوں، تمام طبقات میں ہوں یا بعض طبقات میں۔

سوال: "غریبِ مطلق" یا "فردِ مطلق" کونسی حدیث ہے؟

جواب: فرد مطلق یہ ہے کہ غرابت اصل سند میں یعنی سند کے آخر میں صحابی کی جانب ہو یعنی سند کے آخر میں راوی ایک ہو، اب یہ غرابت تمام طبقوں میں رہی ہو یا نہیں، ایک چیز ہے (یعنی اس کو دونوں حالتوں میں غریب کہا جائیگا)۔

غریبِ مطلق کی مثال: حدیث "انما الأعمال بالنيات" کہ اس کے راوی صرف حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ہیں، محدثین نے اس کو غریب مطلق کہا ہے۔

سوال: "غریب نسبی" یا "فرد نسبی" کونسی حدیث ہے؟

جواب: غریب نسبی اس حدیث کو کہتے ہیں کہ اس کی غرابت سند کے بیچ میں ہو، یعنی وہ روایت کہ اصل سند میں اس کو ایک سے زائد راوی روایت کریں اور پھر ان راویوں میں سے ایک راوی منفرد ہو جائے، یعنی ایک راوی اس کو روایت کرے۔

غریب نسبی کی مثال: مالک عن ابن شهاب الزهری عن أنس "أن رسول الله ﷺ دخل مكة عام الفتح وعلىٰ رأسه المغفر"[1] اس روایت میں امام مالک رحمہ اللہ، امام زہری رحمہ اللہ

---

[1] موطاء مالک، کتاب الحج، ص ۴۵۷، قدیمی

سے (روایت کرنے میں) اکیلے راوی ہیں، اور اس حدیث کو محدثین نے فردِ نسبی کہا ہے۔

فردِ نسبی کی وجہ تسمیہ: فردِ نسبی اس کو اس وجہ سے کہتے ہیں کہ تفرّد (اکیلا ہونا) صرف ایک راوی کی نسبت سے ہوتا ہے (یعنی سند کے بیچ میں کہیں راوی ایک ہو جائے اس کی طرف نسبت کر کے اس کو فردِ نسبی کہا جاتا ہے)۔

فردِ نسبی کی قسمیں

سوال: ''فردِ نسبی'' کتنی قسم پر ہے؟

جواب: چار قسم پر ہے۔

اوّل: وہ روایت کہ ثقہ راوی جس میں متفرد ہو، جیسا کہ محدثین کہتے ہیں ''**لم يروه ثقة الا فلان**''۔

دوّم: وہ کہ ایک خاص راوی دوسرے خاص راوی سے متفرد ہو، اگر چہ اس دوسرے سے کئی طرق سے وہ روایت کی گئی ہو، جیسا کہ محدثین کہتے ہیں ''**تفرد فلان عن فلان**''۔

سوّم: وہ کہ اس میں ایک شہر یا ایک علاقہ کے راوی متفرد ہوں، جیسے محدثین کہتے ہیں ''**تفرد به أهل مكة أو الشام**''۔

چہارم: یہ کہ ایک شہر یا ایک علاقہ کے راوی ایک (دوسرے) شہر یا علاقہ کے راویوں سے متفرد ہوں، جیسا کہ محدثین کہتے ہیں ''**تفرد به أهل البصرة عن أهل المدينة أو تفرد به أهل الشام عن أهل الحجاز**''۔

غریب حدیث کی مزید اور قسمیں: محدثین نے غریب حدیث کی سند اور متن کے لحاظ سے دو قسمیں بتائی ہیں۔

۱.....غریب متناً اور سنداً: یعنی وہ حدیث کہ جس کے متن کو اکیلے ایک راوی نے روایت کیا ہو۔

۲.....غریب سنداً نہ کہ متناً: وہ حدیث کہ جس کے متن کو کئی صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے روایت کیا ہو، اور صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے صرف اور صرف ایک راوی نے روایت کیا ہو، غریب حدیث کی اس دوسری قسم کے بارے میں امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ "غریب من هذا الوجه"۔

سوال: ''مقبول حدیث'' کونسی ہے؟

جواب: مقبول حدیث وہ ہے کہ جس کے راوی کا سچ بولنا اس کے جھوٹ بولنے سے زیادہ ہو، مقبول حدیث کا حکم یہ ہے کہ اس سے استدلال بھی واجب ہے اور اس پر عمل کرنا بھی واجب ہے۔

سوال: ''مردود حدیث'' کونسی ہے؟

جواب: مردود حدیث وہ ہے کہ جس کے راوی کے بیان میں جھوٹ زیادہ اور سچ کم ہو، مردود حدیث کا حکم یہ ہے کہ نہ اس سے استدلال جائز ہے اور نہ ہی اس پر عمل کرنا جائز ہے۔

سوال: ''ضعیف حدیث'' کونسی ہے؟

جواب: ضعیف لغت میں کمزور کو کہتے ہیں جو قوی کی ضد ہے، اور ضعف دو قسم پر ہے۔ (۱) حِسّی ضُعف (۲) معنوی ضُعف، حدیث کے فن میں معنوی ضعف سے بحث ہوتی ہے، محدثین کی اصطلاح میں ضعیف حدیث وہ ہے جس میں حسن حدیث کی صفات موجود نہ ہوں، یعنی حسن حدیث کی شرطوں میں سے ایک شرط اس میں نہ ہو، جیسا کہ علامہ بیقونی رحمۃ اللہ علیہ اپنی منظومہ میں فرماتے ہیں:

وكـل مــا عــن رتبة الحسـن قـصـر

فهـو الـضـعيف ولـــه أقســام كـثـر

شعر کا ترجمہ: اور وہ حدیث جو حسن کے مرتبے سے کم تر ہو اس کو ضعیف کہا جاتا ہے، اور اس کی بہت سی اقسام ہیں۔

مدلّس کی بحث

سوال: "مدلّس حدیث" کونسی ہے؟

جواب: مدلّس حدیث وہ ہے کہ سند سے راوی کا گرنا پوشیدہ ہو اور اس کا پتہ نہ لگے، یعنی راوی ایک ایسے شیخ سے روایت کرے کہ اس کا زمانہ پایا ہو اور اس کی ملاقات اس (شیخ) کے ساتھ ثابت ہو، مگر ایسی حدیث روایت کرے جو اس سے سنی نہ ہو لیکن یہ گمان ہو کہ اس (شیخ) سے سنی ہوگی، جیسا کہ کہے "عن فلان" اور یا کہے "قال فلان" اس کو تدلیس فی الاسناد کہتے ہیں۔

تدلیس کی قسمیں

سوال: "تدلیس" کتنی قسم پر ہے؟

جواب: تدلیس تین قسم پر ہے۔

اوّل: تدلیس فی الاسناد (سند میں تدلیس) جیسا کہ پہلے ذکر ہوا، یعنی اپنے زمانے کے ایک ایسے راوی سے روایت کرے کہ اس کی ملاقات اس کے ساتھ ہوئی ہو، لیکن سماع اس سے ثابت نہ ہو، ہاں سماع کا گمان ہو۔

دوئم: تدلیس فی الشیوخ، یعنی اپنے استاد کو ایسے نام یا کنیت یا لقب یا نسبت یا صفت کے ساتھ ذکر کرنا کہ وہ اس سے مشہور نہ ہو، یہاںتک کہ اس سے پہچانا بھی نہ جاتا ہو۔

سوئم: تدلیس تسویہ، وہ یہ کہ اپنے شیخ کو تو ذکر کرے لیکن استاذ کے استاذ یا اس سے اوپر راوی کو ذکر نہ کرے، اس وجہ سے کہ وہ یا تو ضعیف ہو یا چھوٹا ہو، یعنی کم عمر والا ہو۔

دوسری صورت یہ ہے کہ اپنا استاذ تو اسکا ثقہ ہو لیکن ایسے لفظ سے روایت کرے کہ دوسرے استاذ سے سماع کا احتمال رکھتا ہو، یہ صرف اپنی حدیث کی تحسین کے لئے کرتا ہے اور یہ تدلیس تسویہ کی بدترین قسم ہے۔

سوال: ''مرسل خفی'' کونسی حدیث ہے؟

جواب: مرسل خفی اس کو کہتے ہیں کہ راوی ایک ایسے شیخ سے روایت کرے کہ ان کا زمانہ ایک ہو لیکن اس کے ساتھ ملاقات ثابت نہ ہو مگر روایت ایسے لفظ سے کرے کہ اس پر سماع کا گمان ہوتا ہو۔

سوال: مدلّس اور مرسل خفی کے درمیان کیا فرق ہے؟

جواب: مدلّس اس حدیث کو کہتے ہیں کہ اس کا راوی ایسے شیخ سے راویت کرے کہ اس کے ساتھ ملاقات تو ثابت ہو لیکن یہ (روایت کردہ) حدیث اس سے نہ سنی ہو، اور مرسل خفی اس حدیث کو کہتے ہیں کہ اس کا راوی ایسے شیخ سے روایت کرے کہ ان کا زمانہ ایک ہو لیکن اس کی ملاقات اس کے ساتھ ثابت نہ ہو[۱]۔

مُرسَل کی قسمیں

سوال: ''مرسل'' کتنی قسم پر ہے؟

جواب: مرسل دو قسم پر ہے۔

(۱) مرسل جلی: وہ یہ کہ راوی کا گرنا سند سے ظاہر ہو۔

---

[۱] مقدمہ، اعلاء السنن ص ۵ طبع قدیم

(۲) مرسل خفی: وہ یہ کہ راوی کا گرنا سند سے ظاہر نہ ہو بلکہ چھپا ہوا ہو، اور راوی اس کو اس انداز سے روایت کرے کہ مروی عنہ (جس سے روایت کر رہا ہے) کے ساتھ معاصرت (ایک زمانے کا ہونا) ثابت ہو رہا ہو، لیکن اس کے ساتھ ملاقات کا پتہ نہ لگ رہا ہو، جو محدثین مرسل کو مدلّس میں شامل کرتے ہیں وہ مدلّس کی یہ تعریف کرتے ہیں کہ ''مدلّس'' اس حدیث کو کہتے ہیں کہ راوی کا گرنا سند سے ظاہر نہ ہو بلکہ پوشیدہ ہو[1]۔

مدلّس اور مرسل خفی کے درمیان ایک دوسرا فرق

ارسال خفی کرنے والا اور مدلس دونوں ایک ایسے شیخ سے روایت کرتے ہیں کہ ان کا سماع اس سے ثابت نہ ہو لیکن ایسے لفظ کے ساتھ ذکر کرتے ہیں کہ اس میں سماع کا احتمال ہوتا ہے کبھی ایسا بھی ہو جاتا ہے کہ مدلّس نے اور (یعنی دوسری) احادیث تو اس شیخ سے سنی ہوئی ہوتی ہیں لیکن یہ روایت اس سے نہیں سنی ہوتی ہے، لیکن ارسال خفی کرنے والے نے اس شیخ سے کچھ بھی نہیں سنا ہوتا ہے، نہ اس سے یہ روایت سنی ہوئی ہوتی ہے اور نہ اس کے علاوہ دیگر روایتیں بلکہ اس کی ملاقات اس کیساتھ ثابت ہوئی ہوتی ہے یا معاصرت[2]۔

تدلیس کی کچھ اور قسمیں دوسرے طرز سے

۱......تدلیس فی الاسناد: یہ ہے کہ راوی ایک ایسے شیخ سے روایت کرے کہ اس سے اس کا سماع ثابت ہو، لیکن یہ حدیث اس سے نہ سنی ہو، اور نہ ہی اس (راوی) نے سماع کی صراحت کی ہو۔

۲......تدلیس تسویہ: وہ اس طرح کہ راوی اپنے شیخ سے روایت کرے، اور دو ثقہ راویوں کے درمیان میں جو راوی ضعیف ہو، اس کو ذکر نہ کرے، یعنی اس کا شیخ ثقہ ہو اور اس نے ضعیف راوی سے روایت کی ہو اور اس ضعیف راوی نے دوسرے ثقہ راوی سے روایت

---

[1] مقدمہ فتح الملہم ص ۹۰ طبع جدید ...... [2] تیسیر مصطلح الحدیث ص ۷۶

کی ہو، مدلس اس ضعیف راوی کو درمیان سے نکال دے اور اس کو ذکر نہ کرے، اس لئے کہ کوئی اس کی حدیث پر ضعیف ہونے کا گمان نہ کرلے۔

۳......تدلیس فی الشیوخ: وہ یہ ہے کہ راوی ایسے شیخ سے روایت کرے کہ اس سے اس کا سماع ثابت ہو، لیکن اپنے شیخ کو ایسے نام یا کنیت یا لقب یا صفت سے ذکر کرے کہ اس سے پہچانا نہیں جاتا ہو[1]۔

چھٹا باب

ہم تک حدیث پہنچنے کے اعتبار سے حدیث کی اقسام

سوال: ہم تک پہنچنے کے لحاظ سے احادیث کی کتنی قسمیں ہیں؟

جواب: دو قسمیں ہیں۔

(۱) متواتر حدیث: جو کئی طرق سے ہم تک پہنچی ہو۔

(۲) خبر واحد: جو چند طرق سے ہم تک پہنچی ہو۔

حدیثِ متواتر

سوال: ''حدیثِ متواتر'' کونسی ہے؟

جواب: متواتر اسم فاعل کا صیغہ ہے تواتر سے، اور تواتر لغت میں پے در پے (لگاتار) کو کہتے ہیں، جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ ''تواتر المطر أی تتابع نزولہ'' یعنی بارش پے در پے، لگاتار، تسلسل کے ساتھ ہوئی، اور محدثین کی اصطلاح میں متواتر اس حدیث کو کہتے ہیں کہ اتنے سارے لوگوں نے اس کو روایت کیا ہو کہ جھوٹ پر ان کا جمع ہونا محال ہو۔ یعنی متواتر

[1] تیسیر مصطلح الحدیث ص/۷۹ تا ۸۱

اس حدیث یا خبر کو کہتے ہیں کہ ہر طبقہ میں اس کو اتنے زیادہ لوگ روایت کریں کہ ان کا جھوٹ پر اتفاق محال سمجھا جاتا ہو۔

حدیث متواتر کی شرطیں

سوال: حدیث کے متواتر ہونے کی کتنی شرطیں ہیں؟

جواب: ''حدیث متواتر'' کی تعریف میں غور کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب تک ایک حدیث میں چار شرطیں نہ پائی گئی ہوں تب تک اس حدیث کو متواتر نہیں کہا جا سکتا۔

ا......پہلی شرط یہ ہے کہ اس کو روایت کرنے والے زیادہ آدمی ہوں، کم سے کم آدمیوں کے تعداد میں اختلاف ہے۔لیکن بعض محدثین کے نزدیک کم سے کم دس آدمی ہیں۔

۲......دوسری شرط یہ ہے کہ راویوں کی یہ کثرت اور زیادہ ہونا سند کے تمام طبقوں میں موجود ہو۔

۳......تیسری شرط یہ ہے کہ (راوی) اتنے زیادہ ہوں کہ جھوٹ پر ان کا اتفاق عادتاً محال ہو۔

۴......چوتھی شرط یہ ہے کہ یہ حدیث یا خبر محسوس چیز کے بارے میں ہو، جیسا کہ کہا جاتا ہے۔ "سمعنا أو رأينا أو لمسنا" یا اس جیسے اور، اگر وہ (حدیث یا خبر) کسی عقلی امر پر دلالت کر رہا ہو، جیسا کہ حدوثِ عالم، تو اس حدیث اور خبر کو متواتر نہیں کہتے۔

حدیثِ متواتر کا حکم

سوال: حدیثِ متواتر کا حکم کیا ہے؟

جواب: حدیث متواتر کا حکم یہ ہے کہ اس سے مکمل یقین پیدا ہوتا ہے، اور مخاطب پر اس کا ماننا لازمی ہوتا ہے، جیسے آدمی کوئی چیز اپنی آنکھوں سے دیکھے تو اس میں اس کوئی شک نہ ہوتا، اسی طرح متواتر حدیث یا خبر جس چیز پر دلالت کرتا ہے، اس میں کوئی شک نہیں ہوتا۔ متواتر کی سب قسمیں قبول اور معتبر ہیں اور اس کے راویوں کے حالات تلاش (جانچ پڑتال) کرنے کی حاجت نہیں ہوتی۔

فائدہ: یہ بات جاننی چاہیئے کہ یقین پیدا کرنے کے دو معنیٰ ہیں۔

اول: یہ کہ دوسری طرف کا احتمال بالکل نہ ہو، نہ دلیل کی وجہ سے اور نہ عقل کی وجہ سے۔

دوئم: یہ کہ دوسری طرف کا احتمال دلیل کی وجہ سے ختم ہو جائے، لیکن عقلی احتمال باقی ہو۔

حدیث مشہور بھی یقین پیدا کرنے کا فائدہ دیتی ہے، یعنی اس سے یقین پیدا ہوتا ہے لیکن دوسرے معنیٰ کے ساتھ، کہ دوسری طرف عقلی احتمال موجود ہوتا ہے۔

متواتر کی قسمیں

سوال: ''متواتر حدیث'' کتنی قسم پر ہے؟

جواب: دو قسم پر ہے۔(۱) متواتر لفظ کے اعتبار سے (۲) متواتر معنیٰ کے اعتبار سے۔

متواتر لفظ کے اعتبار سے اس حدیث کو کہا جاتا ہے کہ اس کا لفظ اور معنیٰ دونوں تواتر کے مرتبے تک پہنچے ہوئے ہوں۔ جیسا کہ حدیث ''من کذب علی متعمداً فلیتبوأ مقعده من النار''[۱] کہ ستر کے لگ بھگ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے اس کو روایت کیا ہے۔

---

[۱] صحيح بخاری، كتاب العلم، باب إثم من كذب على النبي ﷺ، ۱/ ۲۱، قديمی.

اور متواتر معنیٰ کے اعتبار سے اس حدیث کو کہا جاتا ہے کہ معنیٰ اور مطلب اس کا صرف تواتر کے مرتبہ تک پہنچے ہوں، جیسا کہ دعا کے لئے ہاتھ اٹھانا (رفع الیدین) اس کے بارے میں تقریباً سو احادیث پیغمبر علیہ السلام سے روایت کی گئی ہیں اور ہر ایک میں دعا کے لئے ہاتھوں کو اٹھانے کا ذکر ہے، نیز کہ ہر حدیث مختلف واقعہ کے بارے میں ہے اور اکیلے تواتر کی حد تک نہیں پہنچتی، لیکن ہر ایک میں دعا کے وقت ہاتھوں کے اٹھانے کا ذکر ہے اور تواتر کے حد تک پہنچا ہے[1]۔

خبرِ واحد

سوال: "خبرِ واحد" کونسی ہے؟

جواب: لغت میں خبر واحد اس حدیث یا خبر کو کہا جاتا ہے کہ اس کو روایت کرنے والا ایک فرد ہو، اور محدثین کی اصطلاح میں خبر واحد اس حدیث کو کہتے ہیں کہ متواتر حدیث کی شرطیں اس میں جمع نہ ہوں، اگر چہ ایک آدمی نے روایت کیا ہو یا زیادہ نے، ایک چیز ہے۔

خبرِ واحد کا حکم

سوال: خبرِ واحد کا کیا حکم ہے؟

جواب: خبر واحد سے علم نظری اور استدلالی ثابت ہوتا ہے، یعنی خبر واحد بھی یقین کا فائدہ دیتی ہے لیکن اس وقت کہ جب حدیث کے تمام طرق میں غور و فکر ہو جائے کہ اس کی سند اور متن میں کسی قسم کا سقم نہیں ہے۔

---

[1] تدریب الراوی ص ١٨٠ ج ٢، تیسیر مصطلح الحدیث ص ٢٠

خبرِ واحد کی قسمیں

سوال: خبر واحد کتنی قسم پر ہے؟

جواب: خبر واحد راویوں کی تعداد کے اعتبار سے تین قسم پر ہے۔(۱) مشہور (۲) عزیز (۳) غریب۔

سوال: ''حدیثِ مشہور'' کا کیا مطلب ہے؟

جواب: مشہور لغت میں معلوم اور ظاہر کو کہتے ہیں، اس وجہ سے ہر چیز جب مکمل ظاہر ہو جائے، اس کو مشہور کہا جاتا ہے۔ اور محدثین کی اصطلاح میں اس حدیث کو کہتے ہیں کہ اس کے روایت کرنے والے تین یا تین سے زیادہ ہوں، اور تواتر کے مرتبہ تک نہ پہنچی ہو، جیسا کہ یہ حدیث ''ان اللہ لا یقبض العلم انتزاعاً ینتزعہ... '' [1] الحدیث۔

سوال: ''مشہور عرفی'' کونسی حدیث کو کہا جاتا ہے؟

جواب: مشہور عرفی وہ ہے کہ لوگوں میں مشہور ہو جائے، اور اصطلاحی مشہور کی شرطیں اس میں موجود نہ ہوں، ایک سند کے ساتھ ہو یا زیادہ کے ساتھ، اور یا اس کی سرے سے سند ہی نہ ہو، مشہور عرفی کبھی صحیح ہوتی ہے اور کبھی غلط۔

سوال: ''مستفیض حدیث'' کسے کہتے ہیں؟

جواب: مستفیض اسم فاعل کا صیغہ ہے باب استفعال سے، اور ''فاض یفیض'' بہنے کے معنیٰ میں آتا ہے، یعنی لغت میں بکھری ہوئی چیز کو کہا جاتا ہے۔ اور اصطلاح میں کبھی مشہور کے معنیٰ میں بھی استعمال ہوتا ہے، یعنی مشہور کا مرادف ہے، اور بعض محدثین کے نزدیک مستفیض خاص ہے اور مشہور عام ہے، اس لئے کہ مستفیض میں شرط یہ ہے کہ اس کی سند کے دونوں طرف برابر ہوں، اور مشہور میں یہ شرط نہیں ہے۔ اور بعض محدثین کے نزدیک معاملہ

---

[1] صحیح بخاری، کتاب العلم، باب یقبض العلم ۱/۲۰، قدیمی

برعکس ہے، کہ مشہور کو خاص اور مستفیض کو عام کہتے ہیں۔

حدیثِ عزیز

سوال: ''عزیز حدیث'' کسے کہتے ہیں؟

جواب: عزیز صفتِ مشبہ کا صیغہ ہے ''ضَرَبَ یَضْرِبُ'' یا ''سَمِعَ یَسْمَعُ'' کے باب سے، ضرب یضرب سے کم اور نادر کے معنیٰ میں ہے۔ اور سمع یسمع سے قوّت اور شدّت کے معنیٰ میں ہے۔ تو جس حدیث کو عزیز کہا جاتا ہے، یا تو کمی، قلت اور ندرت کی وجہ سے اور یا قوت کی وجہ سے کہ کئی طرق سے ثابت ہوا ہو (عزیز کہا جاتا ہے) اور محدثین کی اصطلاح میں عزیز حدیث وہ ہے کہ اس کے راوی سند کے تمام طبقات میں دو سے کم نہ ہوں، اگر ایک طبقہ میں دو سے زیادہ ہو جائیں، تو کوئی پرواہ نہیں ہے، لیکن یہ ضروری ہے کہ ہر طبقہ میں دو سے کم نہ ہوں۔

عزیز حدیث کی مثال: امام بخاری اور امام مسلم رحمہما اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے: ''قال قال رسول ﷺ لا یؤمن أحدکم حتیٰ أکون أحب الیہ من والدہ وولدہ والناس أجمعین[1]'' اور یہی حدیث امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے۔ محدثین نے اس حدیث کو عزیز کہا ہے، اس لئے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث دو آدمیوں یعنی قتادہ اور عبد العزیز بن صہیب نے روایت کی ہے۔ اور قتادہ سے شعبہ اور سعید نے روایت کی ہے اور عبد العزیز سے اسماعیل بن علیّہ اور عبد الوارث نے روایت کی ہے اور پھر ان دونوں سے ایک اور جماعت نے روایت کی ہے۔

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب حب رسول اللہ ﷺ من الایمان، ۱/۷، قدیمی،
صحیح مسلم کتاب الایمان، ۱/۴۹، قدیمی۔

ساتواں باب

خبرِ مقبول اور اس کی قسموں کے بیان میں

سوال: ''خبرِ مقبول'' کسے کہتے ہیں؟

جواب: خبرِ مقبول اس حدیث کو کہتے ہیں کہ محدثین نے اسے قبول کیا ہو، اور اس کو رد نہ کیا ہو۔

سوال: خبرِ مقبول کتنی قسم پر ہے؟

جواب: خبرِ مقبول چار قسم پر ہے۔ (۱) صحیح لذاتہٖ (۲) صحیح لغیرہٖ (۳) حسن لذاتہٖ (۴) حسن لغیرہٖ۔

سوال: ''صحیح لذاتہٖ'' کی پہچان کیا ہے؟

جواب: صحیح لغت میں تندرست کو کہتے ہیں، یہ حقیقت میں بدن کے لئے استعمال ہوتا ہے، اور مجازاً اس حدیث کو کہتے ہیں کہ کمزوری سے پاک ہو، اور اصطلاح میں اس حدیث کو کہتے ہیں کہ اس کی سند اول سے آخر تک متصل ہو، اور ایسے راوی سے نقل کی گئی ہو جو عادل اور ضابط ہو، اور اپنی طرح عادل اور ضابط راوی سے نقل کر رہا ہو، اور ہر قسم کے شذوذ اور علت سے خالی ہو۔

(الف) سند کے متصل ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ہر راوی نے اپنے سے اوپر والے راوی سے خود یہ حدیث لی ہو، اور سند کے آخر تک اسی طرح ہو۔

(ب) راوی کی عدالت کا مطلب یہ ہے کہ اس کا ہر راوی مسلمان، عاقل اور بالغ ہو، نہ فاسق ہو اور نہ اس سے مروّت کے خلاف کوئی کام سرزد ہوا ہو۔

(ج) راوی کے ضبط کا مطلب یہ ہے کہ تام الضبط ہو، زبانی ہو یا کتاب سے۔

(د) عدم شذوذ کا مطلب یہ ہے کہ ثقہ راوی نے اپنے سے (اُوثق) زیادہ ثقہ راوی کی مخالفت نہ کی ہو، اور اگر مخالفت کی ہو، تو اس حدیث کو شاذ کہتے ہیں۔

(ہ) عدم علت کا مطلب یہ ہے کہ کوئی علت اس میں نہ ہو، اور علت محدثین کے نزدیک اس مخفی اور پوشیدہ سبب کو کہا جاتا ہے کہ جس کی وجہ سے حدیث پر اعتراض ہوتا ہو، اگر چہ ظاہر میں حدیث کسی علت سے پاک ہو۔

صحیح لذاتہ کی شرطیں

سوال: حدیث صحیح لذاتہ کی شرطیں کتنی ہیں؟

جواب: پانچ ہیں جیسا کہ پہلے گزر گیا۔ (۱) سند کا متصل ہونا (۲) راوی کی عدالت (۳) راوی کا ضبط (۴) شذوذ سے پاک ہونا (۵) ہر قسم کی علت سے پاک ہونا۔

صحیح لذاتہ کی مثال

سوال: صحیح لذاتہ کی مثال کیا ہے؟

جواب: صحیح لذاتہ کی مثال یہ ہے، جیسے کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی کتاب صحیح بخاری میں ذکر کیا ہے۔ ''حدثنا عبداللّٰہ بن یوسف قال أخبرنا مالک عن ابن شھاب عن محمد بن جبیر بن مطعم عن أبیہ قال سمعت رسول ﷺ قرأفی المغرب بالطور'' (بخاری کتاب الاذان) [1] یہ حدیث صحیح ہے، اس لئے کہ اس کی سند متصل ہے، اور ہر راوی نے اپنے شیخ سے سماع کیا ہے، اور امام مالک، ابن شہاب اور ابن جبیر رحمہما اللہ کا ''عن'' کے ساتھ روایت کرنا سند کے اتصال کے لئے نقصان دہ نہیں ہے، اس لئے کہ یہ

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الاذان، باب الجہر فی المغرب ۱۰۵/۱، قدیمی

حضرات مدلسین نہیں ہیں۔ نیز اس کے تمام راوی عادل اور ضابط ہیں اور علت اور شذوذ سے بھی پاک ہیں، اور اس روایت کی سند میں نہ کوئی علت ہے اور نہ اپنے سے اونچ درجہ کی روایت کے ساتھ متعارض ہے۔

حدیث صحیح لذاتہٖ کا حکم: اس حدیث کا حکم یہ ہے کہ محدثین، فقہاء اور اصولیین کے نزدیک اس پر عمل واجب ہے، اس لئے کہ صحیح حدیث شریعت کی دلیلوں میں سے ایک دلیل ہے، اور مسلمان کے لئے اس پر عمل چھوڑنا جائز نہیں ہے۔

سوال: "صحیح لغیرہٖ" کا کیا حکم ہے؟

جواب: صحیح لغیرہٖ بھی وہی حدیث حسن لذاتہٖ ہے جب کبھی دوسری طریق کے ساتھ روایت کی جائے، اگر یہ اول طریق جیسا ہو یا اس سے اونچا ہو تو اس کو صحیح لغیرہٖ کہتے ہیں، اور یہ اس لئے کہ اس میں صحت، سند کی وجہ سے نہیں آئی ہے، بلکہ دوسرے طریق کے ملانے کی وجہ سے آئی ہے، اس وجہ سے اس کو صحیح لغیرہٖ کہتے ہیں۔

صحیح لغیرہٖ کا مرتبہ: اس حدیث کا مرتبہ حسن لذاتہٖ سے اونچا اور صحیح لذاتہٖ سے نیچے ہے۔

سوال: صحیح لغیرہٖ کی مثال کیا ہوگی؟

جواب: جیسا کہ یہ حدیث "**محمد بن عمرو عن أبی سلمة عن أبی هریرة أن رسول اللّٰه ﷺ قال لو لا اشق علیٰ أمتی لأمرتهم بالسواک عند کل صلاة**"[1] یہ حدیث محدثین کے نزدیک صحیح لغیرہٖ ہے۔ یہ حدیث امام ترمذی رحمہ اللہ نے کتاب الطہارۃ میں ذکر کی ہے، اور امام بخاری اور امام مسلم رحمہما اللہ نے "**أبو الزناد عن الأعرج عن أبی هریرة**"[2] سے نقل کی ہے۔

---

[1] جامع ترمذی، کتاب الطہارۃ، باب ماجاء فی السواک ۱۲/۱ قدیمی

[2] صحیح مسلم، کتاب الطہارۃ، باب السواک ۱۲۸/۱ قدیمی

ابن الصلاح رحمہ اللہ کے قول کے مطابق محمد بن عمرو بن علقمۃ کو جو اس حدیث کے راوی ہیں، بعض محدثین نے صدوق کہا ہے، اور بعض محدثین نے اس پر سوءِ حفظ کی تہمت لگائی ہے، اور بعض محدثین نے اس کو ثقہ کہا ہے، اور جب یہ حدیث ایک اور طریق سے بھی روایت ہوئی، تو اس کے ملنے سے سوءِ حفظ کا وہ اعتراض ختم ہو گیا، اور حدیث صحیح کے درجہ تک پہنچ گئی۔

سوال: آپ نے کہا کہ جب کبھی حسن لذاتہٖ ایک دوسرے طریق کے ساتھ جو اول جیسا ہو یا اس سے اونچا ہو، روایت کی جائے تو وہ صحیح لغیرہٖ ہو جاتی ہے، اب حسن لذاتہٖ کونسی حدیث ہے؟

جواب: حسن لذاتہٖ بھی وہی صحیح لذاتہٖ ہے لیکن ایک شرط اس میں نہیں پائی جاتی، یعنی راوی کا ضبط کمزور ہوتا ہے، جیسا کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "فان خف الضبط فالحسن لذاتہ"[1]

حدیث حسن لذاتہٖ کا حکم

حسن لذاتہٖ، صحیح لذاتہٖ کی طرح ہے، یعنی عمل کرنا اس پر اور دلیل پکڑنا اس سے لازم ہے اگر چہ صحیح لذاتہ سے مرتبہ میں کم ہے، اس لئے کہ تمام محدثین نے اس سے استدلال کیا ہے اور اس پر عمل بھی کیا ہے، اور اکثر اصولیین اور فقہاء کی رائے یہ ہے کہ حدیث حسن لذاتہٖ حجت ہے۔

حدیث حسن لذاتہٖ کی مثال

سوال: حدیث حسن لذاتہٖ کی مثال کیا ہے؟

---

[1] شرح نخبۃ ص ۲۹

جواب: حدیث حسن لذاتہٖ کی مثال امام ترمذی رحمہ اللہ کی یہ حدیث ہے۔

" حدثنا قتيبة حدثنا جعفر بن سليمان الضبعي عن أبي عمران الجوني عن أبي بكر بن أبي موسىٰ الأشعري قال سمعت أبي بحضرة العدوّ يقول: قال رسول الله ﷺ إن أبواب الجنة تحت ظلال السيوف[1]".

یہ حدیث حسن لذاتہٖ ہے، اس لئے کہ جعفر بن سلیمان کے علاوہ تمام راوی ثقہ ہیں اور جعفر بن سلیمان صرف صدوق ہے، ثقہ نہیں ہے، اس وجہ سے حدیث صحیح کے مرتبہ سے گر گئی اور حسن ہوگئی۔

حسن لغیرہٖ

سوال: "حسن لغیرہٖ" کونسی حدیث ہے؟

جواب: ہر وہ ضعیف حدیث جس میں ضعف راوی کے فسق اور کذب (جھوٹ) کی وجہ سے ہو اور کئی طُرق سے روایت کی گئی ہو تو اس کو حسن لغیرہٖ کہتے ہیں۔

حسن لغیرہٖ کا مرتبہ: حسن لغیرہٖ، مرتبہ میں حسن لذاتہٖ سے کم ہے اور جب کبھی ان دونوں کے درمیان تعارض آجائے، تو حسن لذاتہٖ، حسن لغیرہٖ پر مقدم ہوگی۔

حسن لغیرہٖ کا حکم: حسن لغیرہٖ کا حکم یہ ہے کہ دلیل پکڑنا اس سے جائز ہے۔

حسن لغیرہٖ کی مثال: ترمذی شریف کی یہ حدیث "شعبة عن عاصم بن عبيدالله عن عبدالله بن عامر بن ربيعة عن أبيه أن امرأة من بني فزارة تزوجت على نعلين فقال رسول ﷺ أرضيت من نفسك ومالك بنعلين ؟

[1] ترمذی، ابواب فضائل الجہاد، ص ۲۹۵، ج ۲

قالت نعم فأجاز" اس کے بعد امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں "وفی الباب عن عمرو عن أبی ہریرة وسھل بن سعد وابی سعید وانس وعائشه وابی حدرد الأسلمیّ" اس حدیث میں عاصم بن عبید اللہ حافظہ کے لحاظ سے کمزور ہے، اور امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس کو حسن کہا ہے، اس لئے کہ کئی طرق کیساتھ روایت ہوئی ہے۔

سوال: محدثین کے اس قول "صحیح الاسناد" اور "حدیث صحیح" کے درمیان کوئی فرق ہے؟

جواب: جی ہاں ہے۔ "حدیث صحیح الاسناد" کا مطلب یہ ہے کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے، لیکن ہوسکتا ہے کہ حدیث میں کچھ شذوذ یا کوئی علت موجود ہو، اور "حدیث صحیح" کا مطلب یہ ہے کہ صحت کی تمام شرطیں اس میں موجود ہیں۔

سوال: محدثین کے اس قول "حدیث حسن الاسناد" اور "حدیث حسن" کے درمیان کوئی فرق ہے؟

جواب: ان دونوں میں بھی وہی فرق ہے جو "صحیح الاسناد" اور "حدیث صحیح" کے درمیان گزر گیا، یعنی "حسن الاسناد" کی وجہ سے حدیث حسن نہیں ہوسکتی، ہوسکتا ہے کہ حدیث سند کے اعتبار سے حسن اور متن کے لحاظ سے ضعیف ہو۔

سوال: امام ترمذی رحمہ اللہ یا اور دیگر محدثین کے اس قول "ھذا حدیث حسن صحیح" کا کیا مطلب ہے؟ اس لئے کہ صحیح کی تعریف اور ہے اور حسن کی تعریف اور؟

جواب: اس کا سب سے اچھا جواب جسے حافظ ابن حجر اور علامہ سیوطی رحمہما اللہ نے پسند کیا ہے، وہ یہ ہے کہ: (١) اگر حدیث کی دو یا دو سے زیادہ سند ہوں، تو ایک سند کے اعتبار سے حسن ہے اور دوسری سند کے اعتبار سے صحیح ہے۔ (٢) اور اگر اس حدیث کی ایک سند ہو، تو مطلب

اس کا یہ ہے کہ بعض محدثین کے نزدیک یہ حدیث صحیح ہے اور بعض کے نزدیک حسن، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دونوں کے جمع کرنے میں اس اختلاف کی طرف اشارہ ہے کہ اس حدیث کے بارہ میں علماء کے دو قول ہیں، ایک حسن کا اور دوسرا صحیح کا، اور یا یہ کہ پڑھنے والے کو ترجیح کی وجہ معلوم نہیں ہے اس لئے دونوں کو جمع کرتا ہے اور ''حسن صحیح'' کہتا ہے۔

(واللہ أعلم)

آٹھواں باب

حدیث کے تحمّل، ضبط اور اداء کے بیان میں

سوال: ''تحمل'' اور ''ضبطِ حدیث'' کسے کہتے ہیں؟

جواب: تحمل، محدثین کے نزدیک معتبر شرطوں کے ساتھ استاذ سے حدیث لینے کو کہا جاتا ہے، اور ضبط اس کو کہتے ہیں کہ جو کچھ استاذ سے سنا ہو وہ اس طرح یاد کر لے کہ اوروں کو اچھی طرح سے اس کی تعلیم دے سکتا ہو۔

اس بات کو اچھی طرح سمجھنا چاہئے کہ اصول حدیث کے علماء نے اس بارے میں بہت زیادہ کوشش کی ہے کہ پیغمبر علیہ السلام کی حدیث جو اسلام کی دوسری بنیاد ہے، مکمل طریقہ سے لوگوں تک پہنچ جائے اور (انہی اصول حدیث کے علماء نے) حدیث کے ضبط اور تحمل کے لئے شرطیں رکھی ہیں، اور حدیث کے ضبط اور تحمل کو دیگر علوم کے ضبط اور تحمل سے بالکل جدا کیا ہے، یہ اس لئے کہ پیغمبر علیہ السلام کے علم کو دوسروں تک پہنچانے میں کسی قسم کی کمی بیشی نہ آجائے اور احادیث سے لوگوں کا اعتماد ختم نہ ہو جائے، اور احادیث کے منکرین کو کوئی بہانہ ہاتھ نہ آسکے۔

سوال: حدیث کے تحمل میں اسلام اور بلوغ شرط ہے یا نہیں؟

جواب: صحیح مذہب یہ ہے کہ اسلام اور بلوغ اس کے لئے شرط نہیں ہے، مگر صحیح اور غلط کے درمیان فرق کرنے کی صلاحیت شرط ہے۔ دوسرے کسی تک پہنچانے کے وقت راوی میں اسلام اور بلوغ کی شرط ہے جیسے کہ راوی کی شرطوں کے بیان میں پہلے گزر چکا۔

سوال: احادیث کا سننا (سَماع) کس عمر میں مستحب ہے؟

جواب: اس بارہ میں مختلف اقوال ہیں، لیکن صحیح قول یہ ہے کہ بالغ ہونے اور سمجھ کے وقت میں جبکہ انسان کا حافظہ ایسے وقت میں خوب مضبوط اور تیز ہوتا ہے، احادیث کا سننا مستحب کیا بلکہ ضروری ہے۔

سوال: تحمل حدیث کے کتنے طریقے ہیں؟

جواب: ہمارے زمانے میں تحمل حدیث کا طریقہ یہ ہے کہ احادیث کی کتابیں سمجھدار اور ماہر استاذ سے پڑھ لے، لیکن متقدمین کے نزدیک یعنی کتابوں کی تصنیف کے زمانے سے پہلے تحمل کے آٹھ طریقے تھے۔

۱......استاذ سے حدیث سننا، وہ اس طرح کہ استاذ حدیث پڑھتا ہے اور شاگرد اس کو سنتا ہے، استاذ زبانی پڑھے یا کتاب سے، اسی طرح طالب صرف سنے، اور یا سنے بھی اور لکھے بھی، ایک چیز ہے۔

۲......استاذ کے سامنے پڑھنا، اکثر محدثین کے نزدیک اس کو عرض کہتے ہیں، طریقہ اس کا یہ ہے کہ طالب، حدیث پڑھتا ہے، اور شیخ اس کو سنتا ہے، طالب خود پڑھے یا سبق کے ساتھیوں میں کوئی ایک پڑھے اور دوسرا اس کو سنے، دونوں ایک چیز ہیں۔ اور اس میں بھی کوئی فرق نہیں ہے کہ زبانی پڑھے یا کہ کتاب سے، جیسا کہ آج کے زمانہ میں ہوتا ہے۔

۳......شیخ سے ان روایات کی اجازت لینا، اگر استاذ صرف زبانی اجازت دیدے، یا تحریری اجازت دیدے، ایک چیز ہے، یعنی جیسے کوئی شیخ کسی کو کہدے کہ تمہیں اجازت ہے، مجھ سے صحیح بخاری روایت کر سکتے ہو۔

۴...... مناولة: مناولہ اس کو کہتے ہیں کہ ایک استاذ کسی کو اپنی روایتوں کی کتاب دیدے اور اس کو کہدے کہ یہ میری فلاں شیخ سے روایتیں ہیں، یہ تم اوروں کو روایت کر دو (بیان کر دو) اور کتاب اس کو عاریت یا ملکیت کے طور پر دیدے اور اس کے پاس چھوڑ دے کہ وہ اس سے اپنے لئے نقل کر لے۔ اور اگر صرف کتاب دیدے اور اس سے کہدے کہ یہ میری سنی ہوئی روایتیں ہیں اور کچھ اور نہ کہے، تو یہ بھی مناولہ کی ایک قسم ہے۔

۵...... کتابت: اگر استاذ اپنی سنی ہوئی روایتیں خود لکھ لے یا کسی اور سے لکھوائے، اور کسی کو دیدے تو اس کو کتابت کہتے ہیں، اگر چہ روایت کرنے کی اجازت اس کو دی ہو یا نہیں دی ہو، دونوں صورتوں میں طالب روایت کر سکتا ہے۔

۶......اعلام: اعلام اس کو کہتے ہیں کہ شیخ طالب کو کہدے کہ یہ حدیث یا یہ کتاب میری سنی ہوئی احادیث ہیں، اس صورت میں جب تک روایت کرنے کی صراحت نہ کی ہو، اور یا اجازت اس کو نہ دی ہو، اس کا روایت کرنا جائز نہیں ہے، اس لئے کہ ہو سکتا ہے کہ اس کتاب یا حدیث میں کوئی خلل اور نقصان ہو۔

۷......الوصیة: وصیت یہ ہے کہ شیخ موت کے وقت میں یا سفر پر جانے کے وقت وصیت کرے کہ میری کتابوں میں سے ایک کتاب اوروں کو روایت کر دو، اس میں صحیح مذہب یہ ہے کہ اس شیخ سے اس طریقہ پر روایت کرنا جائز نہیں ہے، اس لئے کہ کمی اور

زیادتی کا احتمال ہے، اور شیخ خود موجود نہیں ہے کہ اس سے پوچھ لیا جائے۔

۸......**الوِجادۃ:** ''واؤ'' کے زیر کے ساتھ، مصدر اس کا ''وجد'' سے ہے، ''پانے'' کے معنیٰ میں آتا ہے (اگر چہ یہ لفظ مولّد اور جعلی ہے، عربوں سے نہیں سنا گیا ہے) وجادہ کا مطلب یہ ہے کہ طالب، شیخ کی لکھی ہوئی کچھ احادیث پالے اور اس سے روایت کرنا شروع کردے، اور حال یہ ہے کہ نہ اس کا اس شیخ سے سماع ہے اور نہ اس کی طرف سے اجازت، وجادہ کے طور پر روایت کرنے میں ایک قسم کا انقطاع ہے لیکن پھر بھی محدثین نے اس قسم کی روایت کرنے کی اجازت دی ہے۔ مگر روایت کرنے کے وقت اس کے لئے یہ ضروری ہے کہ کہے ''**وجدت بخط فلان ، أو قرأت بخط فلان كذا**'' اور پھر بعد میں سند ذکر کرے۔

سوال: اگر طالب نے شیخ سے حدیث سنی ہو، اب آگے روایت کر رہا ہو تو کیسے کہے گا؟

جواب: ''**سمعت**'' یا ''**حدثني**'' کے صیغہ کے ساتھ روایت کرے گا، اور ''**قراة على الشيخ**'' کی صورت میں ''**أخبرني**'' کے ساتھ اور "**اجازت**" کی صورت میں لفظ ''**أنبأني**'' کے ساتھ روایت کرے گا۔ اور ''**مذاکرہ**'' کے سننے کی صورت میں ''**قال لي أو ذكر لي**'' کے ساتھ روایت کرے گا۔

سوال: ''**قرأة على الشيخ**'' کی صورت میں کونسے صیغہ کے ساتھ روایت کرے گا؟

جواب: بہتر یہ ہے کہ کہے ''**قرأتُ على فلان**'' یا ''**قرئ عليه وأنا أسمع فأقربه**'' اور ''**حدثنا قراءة عليه**'' بھی کہہ سکتا ہے، اور مشہور یہ ہے کہ صرف ''**أخبرنا**'' کہے۔

سوال: شیخ کی اجازت دینے کے صورت میں کونسے صیغہ کے ساتھ روایت کریگا؟

جواب: بہتر یہ ہے کہ کہے ''**أجازني فلان**'' اور اگر ''**حدثنا اجازة**'' یا ''**أخبرنا**

اجازۃ ''کہے تو بھی ٹھیک ہے، لیکن متاخرین کے نزدیک اس حالت میں ''أنبأنا'' کے ساتھ روایت کریگا۔

سوال: مناولہ کی صورت میں کونسے صیغے اور لفظ کے ساتھ روایت کریگا؟

جواب: سب سے اچھا طریقہ یہ ہے کہ ''ناولني'' یا ''ناولني وأجازني'' کہے۔ اور اگر ''حدثنا مناولة'' یا ''أخبرنا مناولة'' کہدے، تو بھی جائز ہے۔

سوال: کتابت کے طور پر لینے کی صورت میں کس طرح روایت کریگا؟

جواب: کتابت کی صراحت کریگا اور ''کتب إليّ فلان'' یا ''حدثني فلان كتابة'' اور یا ''اخبرني فلان كتابة'' کہے گا۔

سوال: اعلام کے طور پر لینے کی صورت میں کیسے روایت کریگا؟

جواب: اس صورت میں کہے گا ''أعلمني شيخي بكذا''۔

سوال: وصیت کے طور پر لینے کی صورت میں کس طرح روایت کریگا؟

جواب: اس صورت میں کہے گا ''أوصىٰ إليّ فلان بكذا'' یا ''حدثني فلان بكذا''۔

سوال: وجادہ کے طور پر لینے کی صورت میں کیسے روایت کریگا؟

جواب: اس صورت میں ''وجدت بخط فلان كذا'' یا ''قرأت بخط فلان كذا'' کہے گا۔

سوال: ''اداء'' کے الفاظ لکھنے کے لئے محدثین کی خاص خاص اصطلاحات ہیں، وہ کون کونسی ہیں؟

جواب: احادیث کے لکھنے والے اکثر مندرجہ ذیل الفاظ استعمال کرتے ہیں۔

(۱) "ثنا" یا "نا" حدثنا کی جگہ (۲) "أنا" یا "أرنا" أخبرنا کی جگہ (۳) "ح" ایک سند سے دوسری سند میں جانے کے وقت، پڑھنے والا اس کو "حا" پڑھتا ہے۔

(۴) اختصار کی خاطر "قال" سند کے بیچ سے حذف کرنا باوجودیکہ پڑھنے والے کے لئے اس کا پڑھنا ضروری ہے، جیسے "حدثنا عبداللہ بن یوسف أخبرنا مالک" اس میں پڑھنے والے کے لئے ضروری ہے کہ "قال أخبرنا" کہے۔ اگر ایسا نہ ہو تو یہ گمان پیدا ہو جائے گا کہ گویا عبداللہ بن یوسف اور مالک دونوں نے ایک آدمی کو حدیث بیان کی ہے اور عطف کے حرف کو بیچ سے حذف کر دیا ہے، حالانکہ یہ بالکل غلط بات ہے، اسی طرح "أنه" کو بھی سند کے آخر سے اختصار کی وجہ سے حذف کیا جاتا ہے، لیکن اس کا پڑھنا بھی ضروری ہے۔ جیسے "عن أبی هریرة قال" پڑھنے والے کو چاہیئے کہ "عن أبی هریرة أنه قال" کہے۔ اگر ایسا نہ ہو تو اس سے یہ لازم آئیگا کہ راوی نے "ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ" کی طرف سے کہا ہوگا اور (حضرت) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نہیں کہا اور یہ بھی غلطی ہے۔[1]

نواں باب

بعض دیگر اصطلاحات کے بیان میں

سوال: روایت کے قبول ہونے کے لئے بنیادی شرطیں کتنی ہیں؟

جواب: جمہور محدثین اور فقہاء کے نزدیک دو ہیں، ایک عدالت اور دوسری ضبط۔

۱......عدالت کا مطلب یہ ہے کہ راوی مسلمان ہو، عاقل اور بالغ ہو، نیز فسق اور خلاف مروّت کاموں سے بچتا ہو۔

---

[1] خلاصہ تیسیر مصطلح الحدیث از ص ۱۵۵ تا ص ۱۶۵

۲......ضبط کا مطلب یہ ہے کہ راوی ثقہ راویوں کی مخالفت نہ کرتا ہو، اور اسی طرح سوءِ حفظ، سخت غلطیوں، غفلت، اور ہر وقت وہم سے پاک ہو۔

سوال: راوی کی عدالت کو پہچاننے کا طریقہ کیا ہے؟

جواب: راوی کی عدالت دو طریقوں سے پہچانی جاتی ہے۔

۱......ایک یہ کہ جرح وتعدیل کے تمام علماء نے اس کو عادل کہا ہو، یا ان میں سے کم از کم ایک فرد اس کو عادل کہہ دے۔

۲......دوسرا یہ کہ عوام وخواص مسلمانوں میں اس کی عدالت مشہور ہو، اب اگر کسی کی عدالت اور لوگوں میں اس کی تعریف، علماء میں مشہور ہو، تو اس کو کسی تعدیل کی حاجت نہیں ہے جیسے چاروں ائمہ کرام (امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ) اور احادیث کے مشہور ائمہ کرام یعنی سفیان ثوری، سفیان بن عیینہ، امام اوزاعی، اور امام عبداللہ بن مبارک رحمہم اللہ یا ان جیسے اور مشہور ائمۂ کرام حضرات[1]۔

سوال: راوی کا ضبط معلوم کرنے کا کیا طریقہ ہے؟

جواب: یہ اس طرح کہ ثقہ راویوں کے ساتھ اس کی اکثر موافقت ہو، اور مخالفت بہت کم ہو، اور اگر کہیں خال خال مخالفت ہو تو پرواہ نہیں ہے، لیکن اگر ثقہ راویوں سے اس کی مخالفت زیادہ ہو، تو یہ اس کے ضبط میں نقصان شمار ہوگا اور روایت اس کی استدلال کے قابل نہ ہوگی[2]۔

سوال: اصول حدیث کی کتابوں میں لفظ "جرح" اور "تعدیل" کا بار بار ذکر آتا ہے اس کا کیا مطلب ہے؟

---

[1] تیسیر مصطلح الحدیث ص ۱۴۵

[2] تیسیر مصطلح الحدیث ص ۱۴۶

جواب: جرح کالفظ مصدر ہے جولغت میں زخمی کرنے کے معنیٰ میں آتا ہے، اور اصطلاح میں راوی کے عیوب کاذکر جرح کہلاتا ہے جیسے حافظہ کی خرابی، عدالت کا نہ ہونا، تقویٰ کی کمی، ثقہ راویوں کی مخالفت اور اس پر جھوٹ کی تہمت لگنا۔

اور ''تعدیل'' بھی مصدر ہے اور لغت میں اس کا معنیٰ یہ ہے کہ کسی کو عادل کہنا یا کسی کی عدالت بیان کرنا، اور اصطلاح میں تعدیل کسی کی عدالت بیان کرنے اور راوی کی دیگر صفات جیسے ضبط وتقویٰ مروّت، اور ثقہ راویوں کے ساتھ موافقت ذکر کرنے کو کہا جاتا ہے۔ تو جرح اور تعدیل کا مطلب یہ ہوا کہ راوی کے ضعف (کمزوری) اور قوت کو بیان کرنا جس کی وجہ سے اس کی روایت یا تو رد ہوتی ہے یا قبول ہوتی ہے، جرح اور تعدیل کے مستقل الفاظ وشرائط ومراتب اور احکام ہیں، اس چھوٹے سے رسالے میں ان تفصیلات کا ذکر کرنا مشکل ہے۔

سوال: غریب الحدیث کا کیا معنیٰ ہے؟

جواب: غریب لغت میں اس شخص کو کہا جاتا ہے جو اپنے عزیز واقارب سے دور ہو (جیسے مسافر) تو غریب الحدیث کا مطلب یہ ہوا کہ معنیٰ اس کا مشہور نہ ہو۔ اور لوگ اس سے واقف نہ ہوں، اور اصطلاح میں غریب الحدیث، حدیث کے ان الفاظ کو کہا جاتا ہے جن کا معنیٰ عیاں اور ظاہر نہ ہو۔

اور کم استعمال ہونے کی وجہ سے آدمی کو سمجھ نہ آئے۔ اس کی مثالیں حدیث کی کتابوں میں بے شمار ہیں۔

سوال: ''محکم الحدیث'' اور ''مختلف الحدیث'' کا کیا مطلب ہے؟

جواب: محکم لغت میں مضبوط کو کہتے ہیں اور اصطلاح میں اس حدیث کو کہتے ہیں جو

مقبول ہو، اور دوسری حدیث اس جیسی اس کی مخالف نہ ہو، احادیث نبوی اکثر اسی طرح ہوتی ہیں۔

''مختلف الحدیث'' اس حدیث کو کہتے ہیں کہ دوسری مقبول حدیث کے مخالف ہو، اور اصطلاح میں اس مقبول حدیث کو کہتے ہیں جو دوسری مقبول حدیث کے مخالف ہو، اور دونوں کے درمیان علماء کے نزدیک تطبیق اور جمع ممکن ہو۔

مختلف الحدیث کی مثال: حدیث ''لاعدوی ولا طیرۃ'' جو امام مسلم رحمہ اللہ نے روایت کی ہے، یہ مخالف ہے اس حدیث کے کہ ''فر من المجذوم کماتفرّ من الأسد'' جس کو امام بخاری رحمہ اللہ نے روایت کی ہے، اول حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کوئی بھی مرض متعدی نہیں ہے یعنی ایک سے دوسرے کو نہیں لگتا، اور دوسری حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جذام (ایک مرض ہے جس میں انسان کے بدن سے گوشت چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں کی شکل میں گرتا رہتا ہے، اردو میں اسے کوڑھ کہتے ہیں جو فساد خون کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے۔ مترجم غفرلہ ۱۲) متعدی مرض ہے۔

دونوں حدیثوں کے درمیان جمع کرنے کا طریقہ: محدثین نے ان دونوں کے درمیان جمع اس طرح کیا ہے کہ ترمذی کی حدیث (کتاب القدر میں) ''لا یعدی شئ شیأ'' اور بخاری کی حدیث (کتاب الطب میں) فمن أعدی الاوّل (یعنی پہلے اونٹ پر خارش کس نے لگائی) سے معلوم ہوتا ہے کہ متعدی ہونے کی نفی صحیح ہے (یعنی ایک سے دوسرے کو مرض نہیں لگتا) لیکن جذام کے مریض سے بچنے کا حکم اس لئے ہے کہ آدمی گناہ

---

۱ صحیح مسلم، باب لاعدوی ولا طیرۃ ۲۳۰/۲ قدیمی۔
۲ صحیح بخاری، کتاب الطب، باب الجذام ۸۵۰/۲ قدیمی۔
۳ سنن ترمذی، ابواب القدر، باب ماجاء لاعدوی ولا ہامۃ ولاصفر ۳۶/۲ قدیمی۔
۴ صحیح بخاری، کتاب الطب، باب لاصفر وہو داء یأخذ البطن ۸۵۲/۲ قدیمی۔

میں مبتلا نہ ہو جائے، یعنی اگر کوئی ایسے آدمی جو جذام کے مریض کے پاس ہو اور اس کو بھی مرض لگ جائے تو کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ آدمی یہ گمان کر لے کہ گویا اس بیمار کے پاس رہنے کی وجہ سے مجھ کو یہ بیماری لاحق ہو گئی، یہ شخص اس گمان کیساتھ گناہ گار ہو جائیگا، اس لئے کہ بیماری اور تندرستی دونوں اللہ کے ہاتھ میں ہیں[1]۔

سوال: "مؤتلف" اور "مختلف" کا کیا مطلب ہے؟

جواب: مؤتلف اور مختلف ان دولفظوں کو کہتے ہیں جو ایک جیسے لکھے جاتے ہوں (یعنی کہ ایک دوسرے کے ساتھ الفت اور تعلق ہو) اور بولنے میں جدا جدا ہوں جیسے سلام (تخفیف کے ساتھ یعنی لام پر شد نہ پڑھنا) اور سلّام (تشدید کے ساتھ یعنی لام کے شد کے ساتھ) اور عِمار (عین کے زیر کے ساتھ) اور عَمّار (عین کے زبر کے ساتھ) اور بزّاز (دو زاء کے ساتھ) اور بزّار (زاء اور راء کے ساتھ)۔

سوال: "متفق" اور "مفترق" کسے کہتے ہیں؟

جواب: دو یا دو سے زیادہ ایسے راوی کہ ان کے نام ایک جیسے ہوں، اور ان کے والدین کے ناموں میں فرق ہو، جیسے اُحمد بن منیر اور اُحمد بن عبداللہ، یا ایسے راوی کہ ان کے اپنے اور والدین کے نام ایک جیسے ہوں اور داداؤں کے ناموں میں فرق ہو، جیسے خلیل بن اُحمد کہ اس نام کے کئی آدمی ہیں لیکن ان کے داداؤں کے ناموں میں فرق ہے، بالکل اسی طرح اگر کنیت (جیسے ابوعبداللہ) میں ایک جیسے ہوں اور نام میں فرق ہو، یا ایک شہر یا علاقہ کی طرف نسبت (جیسے بصری یا کوفی یا شامی) میں ایک جیسے ہوں اور نام میں فرق ہو، یا ان کے لقب ایک جیسے ہوں، اور نام میں فرق ہو، ان تمام قسموں کو متفق و مفترق کہتے ہیں۔

---

[1] تیسیر مصطلح الحدیث ص ۵۵-۵۶

سوال: "متشابہ" کسے کہتے ہیں؟

جواب: متشابہ لغت میں اسے کہتے ہیں کہ معنی اور مطلب اس کا عیاں اور ظاہر نہ ہو، اور محدثین کی اصطلاح میں اسے کہتے ہیں کہ دو یا دو سے زیادہ راویوں کے نام یا ان کے والدین کے نام لکھنے میں ایک جیسے ہوں اور تلفظ اور بولنے میں فرق ہو یعنی جدا جدا ہوں جیسے محمد بن عُقیل (عین کے پیش کے ساتھ) اور محمد بن عَقیل (عین کے زبر کے ساتھ) شریح بن النعمان (شین کے پیش کے ساتھ) اور شَریح بن النعمان (شین کے زبر کے ساتھ)، اوّل مثال میں راویوں کے نام ایک جیسے ہیں اور ان کے والدین کے نام ایک جیسے لکھے جاتے ہیں لیکن ان کے تلفظ (بولنے) میں فرق ہے، اسی طرح دوسری مثال میں راویوں کے والدین کے ناموں میں فرق نہیں ہے اور راویوں کے ناموں کے تلفظ (بولے جانے) میں فرق ہے لیکن ان کے لکھنے میں فرق نہیں ہے اس لئے کہ زبر اور زیر کا اعتبار نہیں ہے ، اکثر لکھے جانے کے وقت میں گرتے ہیں۔

سوال: "مھمل" کسے کہتے ہیں؟

جواب: مھمل لغت میں اس چیز کو کہا جاتا ہے کہ جو چھوڑ دی گئی ہو اور ظاہر نہ ہو۔ اور اصطلاح میں اس کو کہتے ہیں کہ ایسے دو راویوں سے روایت کی جائے کہ نام ان کے ایک جیسے ہوں، یا ان کے والدین کے نام ایک جیسے ہوں یا ان کی کنیت ایک جیسی ہو اور یا ان کا لقب ایک جیسا ہو، اور ان دونوں میں فرق کرنے کے لئے کوئی چیز نہ ہو،

جیسے امام بخاری رحمہ اللہ نے دو آدمیوں سے کہ دونوں کا نام اُحمد ہے، روایت کی ہے ایک احمد بن وہب ہے اور ایک اُحمد بن عیسیٰ ہے لیکن ان کے والد کی طرف سے نسبت نہیں کی ہے، ایسی صورت میں اگر دونوں راوی ثقہ ہوں تو خیر ہے، لیکن اگر دونوں یا ان میں ایک ضعیف ہو، تو

پھر اس میں ضرر ہے۔

دسواں باب

موضوع، انداز اور ترتیب کے لحاظ سے کتابوں کی اقسام کے بیان میں

سوال: موضوع اور اسلوب (انداز) اور ترتیب کے لحاظ سے کتابیں کتنی قسم پر ہیں؟

جواب: احادیث کے علماء نے موضوع اور ترتیب وغیرہ کے لحاظ سے حدیث کی کتابیں درج ذیل قسموں پر تقسیم کی ہیں۔

(۱) جامع: محدثین کی اصطلاح میں جامع اس کتاب کو کہتے ہیں کہ احادیث کی تمام قسمیں اس میں موجود ہوں، جیسے عقیدوں سے متعلق حدیث اور احکام ورقاق، کھانے پینے، سفر وقیام، تاریخ وسیر، فتن، تفسیر، مناقب اور عیوب سے متعلق احادیث۔

احادیث کے علماء نے ان آٹھ فنون میں سے ہر فن کے اندر الگ الگ اور جدا جدا کتابیں لکھی ہیں، اور ہر ایک کے لئے خاص نام رکھا ہے جیسے "علم التوحید والصفات" اس میں عقائد سے متعلق احادیث ذکر کرتے ہیں، جیسا کہ امام بیہقی رحمہ اللہ نے "کتاب الأسماء والصفات" کے نام کی کتاب لکھی ہے، اور اس میں عقائد سے متعلق احادیث لائے ہیں، اور اسی طرح "علم الآداب، علم التفسیر، علم السنن، علم المناقب اور علم السیر" ہیں جیسے کہ "جامع الصحیح للبخاریؒ" اور "جامع الترمذی" آٹھوں فنون ان میں ذکر ہوئے ہیں۔

کسی نے یہ آٹھ فنون شعر میں جمع کئے ہیں۔

؎ سیر وآداب، تفسیر وعقائد رقاق واشراط، احکام ومناقب

(۲) **مسند:** محدثین کی اصطلاح میں اس کتاب کو کہتے ہیں کہ صحابۂ کرام کی ترتیب سے اس میں احادیث جمع کی گئی ہوں، خواہ حروف تہجی کے اعتبار سے ہو یا صحابی کے اول اسلام لانے کے اعتبار سے ہو، اور یا ہر ایک کے نسب اور شرافت کے اعتبار سے، جیسے **مسند أحمد بن حنبلؒ، مسند أبی یعلیٰ، مسند دارمیؒ، مسانیدأبی حنیفةؒ، مسند شافعیؒ اور مسند حمیدیؒ۔**

(۳) **معجم:** محدثین کی اصطلاح میں اس کتاب کو کہتے ہیں کہ احادیث کے شیوخ (اساتذہ) کی ترتیب سے ذکر کئے ہوں، خواہ پہلے وفات ہونے کے اعتبار سے ہو یا حروف تہجی کے اعتبار سے ہو اور یا علم اور تقویٰ کی فضیلت میں ایک جیسے ہونے کے اعتبار سے، لیکن اکثر حروف تہجی کے اعتبار سے ہوتا ہے جیسے کہ طبرانی رحمہ اللہ کی تینوں معاجم (**معجم کبیر، معجم صغیر، معجم أوسط**) اور "**معجم اسماعیلی**"۔

(۴) **سنن:** محدثین کی اصطلاح میں اس کتاب کو کہتے ہیں جو فقہی ابواب پر مرتب ہو، یعنی طہارت ونماز وزکوۃ اور روزہ، آخر تک تمام ابواب اس میں ہوں، جیسے **سنن نسائی، سنن أبی داؤد، سنن ابن ماجة اور سنن بیھقی وغیرہ۔**

(۵) **جزء:** محدثین کی اصطلاح میں اس کتاب کو کہتے ہیں کہ اس میں ایک آدمی کی احادیث یا ایک خاص موضوع سے متعلق احادیث جمع ہوں جیسے "**جزء حدیث أبی بکر**"، "**جزء حدیث مالک**" یا "**جزء قراءة الفاتحة خلف الامام**"، "**وجزء رفع الیدین**" اور "**جزء الوتر**"۔

(۶) **رسالة:** جامع میں جو آٹھ فنون ہیں جیسے کہ پہلے ذکر ہوئے، اگر ان آٹھ فنون

میں سے کسی ایک فن پر کتاب لکھ لی جائے، اس کو رسالہ کہا جاتا ہے، اس بارے میں حافظ ابن حجر اور علامہ سیوطی رحمہ اللہ کے بہت سارے رسالے ہیں۔

(۷) اُربعین: (چالیس حدیثیں) اگر ایک موضوع سے متعلق یا مختلف موضوعات سے متعلق، ایک سند کے ساتھ، یا کئی سندوں کے ساتھ چالیس/۴۰ احادیث جمع کریں، تو اسے اربعین کہا جاتا ہے، اور اس کی جمع "اربعینیات" آتی ہے، امام نووی رحمہ اللہ کی اربعین سب سے زیادہ مشہور ہے۔

(۸) غرائب: محدثین کی اصطلاح میں اس کتاب کو کہتے ہیں کہ اس میں ایک شیخ (استاذ) کے تفردات جمع کئے گئے ہوں، یعنی یہ تفردات اس استاذ کے اور شاگردوں کے پاس نہ ہوں۔

(۹) العلل: علل ان کتابوں کو کہا جاتا ہے کہ اس میں حدیث کے متن یا حدیث کی سند کی علت بیان کی گئی ہو، جیسے "كتاب العلل للامام الترمذی" اور "كتاب العلل لإبن أبی حاتم" اور "كتاب العلل ليحيىٰ بن معين"۔

(۱۰) اُطراف: اس کتاب کو کہا جاتا ہے کہ محدث اس میں حدیث کے اول یا آخری حصہ کو ذکر کرے اور باقی چھوڑ دے، لیکن حدیث کی سند مکمل ذکر کرے جیسے "تحفة الأشراف بمعرفة الأطراف" تالیف امام مزّی رحمہ اللہ۔

(۱۱) مستدرک: اس کتاب کو کہا جاتا ہے کہ اس میں احادیث ان سندوں کے ساتھ ذکر کی جائیں جن سے امام بخاری اور امام مسلم رحمہما اللہ نے حجت پکڑی ہو، لیکن خود ان دونوں اماموں نے کسی مصلحت کی وجہ سے ان احادیث کو اپنی کتابوں میں ذکر نہ کیا ہو، جیسے کہ حاکم کی

مستدرک، مگر یہ بات جاننی ضروری ہے کہ مستدرکِ حاکم کی تمام حدیثیں بخاری اور مسلم کی شرط پر نہیں ہوتیں، اس وجہ سے حاکم کا کسی حدیث کو صحیح کہنے کا اس وقت تک اعتبار نہیں، جب تک امام ذہبی رحمہ اللہ نے اس کی تصدیق اور تائید نہ کی ہو۔

(۱۲) **مستخرج:** محدثین کی اصطلاح میں اس کتاب کو کہا جاتا ہے کہ ایک دوسری کتاب کی حدیثوں کو ثابت کرنے کے لئے لکھی جائے اور ترتیب، متن اور اسناد کے طرق میں اسی کتاب کا خیال رکھا جائے، لیکن اس کا مصنف اس سند میں مذکور نہ ہو، بلکہ اس مصنف کا شیخ یا اس کے شیخ کے شیخ کا ذکر ہوا ہو، جیسے اُبوعوانہ کی مستخرج صحیح مسلم پر کہ صحیح اُبی عوانہ بھی اسے کہا جاتا ہے اور اسماعیلی کی مستخرج صحیح بخاری پر، کہ صحیح اسماعیلی بھی اسے کہتے ہیں، اور ابونعیم اصبہانی کی مستخرج صحیح بخاری اور صحیح مسلم دونوں پر۔

سوال: احادیث کی شرح میں کس قسم کی شرح کرنے والوں پر اعتماد اور یقین کرنا چاہیے؟

جواب: شاہ عبدالعزیز محدث دھلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ بات جاننا ضروری ہے کہ احادیث کی شرحوں اور توجیہات میں رنگارنگ اور ہر قسم کے رطب و یابس (تر اور خشک یعنی کمزور اور صحیح) سب کچھ آیا ہے اب ایسے حضرات کا پہچاننا ضروری ہے کہ اس سلسلہ میں ان پر اعتماد اور یقین ہو، اور ان کی کتابوں سے استفادہ کیا جاسکتا ہو۔

شافعی علماء میں امام نووی، امام محی السنۃ البغوی، اور ابوسلیمان الخطابی رحمہم اللہ سب سے زیادہ معتمد ہیں، اور ان کی باتیں اس بارہ میں زیادہ کھری اور پکی ہین۔ خصوصاً امام بغوی رحمہ اللہ کی "شرح السنۃ" فقہ حدیث اور حدیث کی مشکلات کے جوابات میں کافی وشافی ہے، جیسے کہ "مصابیح" اور "مشکوٰۃ" کی شرح بھی اسی سے حاصل ہوتی ہے۔ اور امام نووی رحمہ اللہ کی شرح صحیح مسلم کی، اور خطابی رحمہ اللہ کی اُبوداوٗد کی شرح "معالم السنن" بھی بہت کام کی شرح

ہے۔اور امام طحاوی رحمہ اللہ تمام حنفی علماء میں حدیث کی شرح میں اول نمبر پر ہیں اور ان کی کتاب "معانی الآثار" حنفیوں کی دستاویز ہے۔اور ابن عبد البرؒ تمام مالکی علماء میں آگے ہیں اور ان کی کتاب "استذکار" اور "تمہید" اس سلسلہ میں یادگار ہیں۔اگر ان لوگوں کی کتابیں دستیاب ہو جائیں تو متاخرین علماء کی تشویش اور تکلفات سے آدمی بے غم ہو جائیگا۔[1]

صحت اور شہرت کے اعتبار سے احادیث کی کتابوں کی اقسام

سوال: صحت،شہرت اور قبولیت کے اعتبار سے احادیث کی کتابیں کتنی قسم پر ہیں؟

جواب: شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ کے بیان کے مطابق حدیث کی کتابوں کے چار طبقے (اقسام) ہیں۔وہ فرماتے ہیں کہ حدیث کی کتابیں صحت،شہرت اور قبولیت کے اعتبار سے چار اقسام پر ہیں۔

سوال: صحت اور شہرت اور قبولیت کا یہاں کیا مطلب ہے؟

جواب: (۱) صحت کا مطلب یہ ہے کہ مصنف نے اس بات کا خیال رکھا ہو کہ صحیح یا حسن حدیثیں ذکر کرے،اور اگر اس کے علاوہ اور حدیثیں ذکر کرے تو چاہئے کہ اس حدیث میں ضُعف،غرابت،علت اور شذوذ کو بیان کرے،یعنی اگر ضعیف وغریب اور معلول حدیث لائے،اور ساتھ ساتھ اس کا حال بھی بیان کرے،تو خیر ہے۔

(۲) شہرت کا مطلب یہ ہے کہ محدثین ہر زمانہ میں اس کی روایت کرنے،ضبط کرنے،مشکل حل کرنے،اور تخریج کرنے میں مشغول ہوں،تاکہ اس میں کسی قسم کا اخفا اور پوشیدگی باقی نہ رہے۔

(۳) قبولیت کا مطلب یہ ہے کہ احادیث کے ناقدین (کھرا اور کھوٹا پرکھنے

---

[1] عجالۂ نافعہ ص ۲۱

والے) اس کتاب پر اعتماد کرتے ہوں اور اس پر رد نہ کرتے ہوں اور احادیث کے احوال بیان کرتے ہوئے مصنف کے حالات بھی بیان کرتے ہوں، اور فقہاء ان احادیث سے استدلال پکڑتے ہوں بغیر کسی اختلاف اور انکار کے۔

اول طبقہ: اس طبقہ میں احادیث کی تین کتابیں ہیں۔

(۱) مؤطا امام مالکؒ (۲) صحیح بخاری (۳) صحیح مسلم، قاضی عیاض مالکی رحمہ اللہ نے ''مشارق الأنوار'' کے نام سے ایک کتاب ان تینوں کتابوں کے لئے شرح لکھی ہے اور یہی ''مشارق الأنوار'' ان تینوں کی شرح کے لئے کافی ہے۔

ان تینوں کتابوں کی ایک دوسرے کے ساتھ نسبت: ان تینوں کتابوں کی ایک دوسرے کے ساتھ نسبت یہ ہے کہ مؤطا، صحیحین کے لئے بنیاد ہے، اگرچہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں مؤطا سے کئی گنا زیادہ حدیثیں ہیں۔ لیکن پھر بھی احادیث کی روایت کا طریقہ، راویوں کی تمیز و اعتبار اور استنباط کا منبع مؤطا ہے۔ نیز صحیحین کی بہت سارے لوگوں اور تمام علماء نے خدمت کی ہے، خلاصہ یہ کہ ان تینوں کتابوں کی احادیث تمام احادیث سے زیادہ صحیح ہیں، مزید یہ کہ ان تینوں کتابوں میں بعض احادیث بعض احادیث سے زیادہ صحیح ہیں، لہٰذا ان تینوں کتابوں کو اول طبقہ میں رکھنا چاہئے۔

دوئم طبقہ: وہ احادیث کہ تینوں صفات (صحت، شہرت اور قبولیت) میں صحیحین کی احادیث تک نہ پہنچتی ہوں لیکن ان صفات میں صحیحین کے نزدیک ہوں، وہ جامع الترمذی، اور سنن أبي داؤد، اور سنن نسائی کی احادیث ہیں، اس لئے کہ ان کتابوں کے مصنفین ثقہ ہونے، حفظ وضبط اور حدیث کے فنون میں مہارت کے اندر مشہور ہیں، اور اپنی ان کتابوں

میں کوئی تسامح اور تساہل نہیں کیا ہے۔ بلکہ جتنا ہو سکتا تھا ہر حدیث کا حال اور علت کو بیان کیا ہے، ان چھ/٦ کتابوں کو "صحاح ستہ" کہا جاتا ہے۔ اور ابن الاثیرؒ نے "جامع الاصول" میں ان چھ کی چھ کتابوں کو جمع کیا ہے اور غریب حدیث کی شرح، مشکلات کی تحلیل اور رجال کے احوال کا تذکرہ بھی فرمایا ہے۔ اور حدیث کے دیگر متعلقات بھی ذکر کیے ہیں، سنن ابن ماجہ کو "صحاح ستہ" میں شمار نہیں کیا اور مؤطا کو چھٹا شمار کیا ہے، تو یہ صحیح کام کیا ہے، **والحق معہ۔**

حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے "مسند أحمد" اور "سنن ابن ماجہ" کو بھی دوسرے طبقہ میں شمار کیا ہے۔

سوئم طبقہ: وہ احادیث کہ بخاری اور مسلم کے زمانے سے پہلے کے علماء یا ان کے زمانے کے علماء یا ان کے بعد کے علماء نے اپنی کتابوں میں روایت کی ہوں اور صحت کا خیال نہ رکھا ہو، اور یہ کتابیں شہرت اور قبولیت میں اوّل یا دوئم طبقہ تک نہ پہنچی ہوں، اگرچہ ان کتابوں کے مصنفین علمِ حدیث میں تبحر (زیادہ مہارت والا)، ثقہ ہونے، عدالت اور ضبط سے باوصف تھے، ان کی کتابوں میں حدیث حسن، صحیح اور ضعیف بلکہ ایسی حدیثیں بھی پائی جاتی ہیں کہ جن پر وضع (جھوٹے ہونے) کی تہمت لگی ہوئی ہوتی ہے، اور اس کے رجال (رُواۃ) بعض عدالت سے موصوف ہوتے ہیں، بعض مستور ہوتے ہیں اور بعض مجہول، ان احادیث کے زیادہ حصہ پر فقہاء کا عمل نہیں ہوتا بلکہ اس کے خلاف اجماع ہوا ہوتا ہے، ان کتابوں میں خود بھی فرق ہے، بعض بعض سے زیادہ قوی ہیں۔

سوئم طبقہ کی کتابیں: ان کتابوں کے نام یہ ہیں۔ **مسند امام شافعیؒ**،

سنن ابن ماجة، مسند دارمي، مسند أبي يعلىٰ موصلیؒ، مصنَّف عبدالرزاق، مصنَّف أبي بكر بن شيبة، مسند عبدبن حميد، مسندأبي داؤد طيالسي، سنن دار قطني، صحيح ابن حبان، مستدرک حاكم، بیہقی کی کتابیں، طحاوی کی کتابیں، اور طبرانی کی تصانیف۔

چہارم طبقہ: وہ حدیثیں کہ گزشتہ زمانوں میں ان کا نام ونشان نہ تھا اور متأخرین (بعد کے محدّثین) نے روایت کی ہوں، یہ احادیث دو حال سے خالی نہیں ہوتیں، یا تو سلف (گزرے ہوئے محدثین) نے ان کو ڈھونڈا تھا لیکن ان کی کوئی اصل ہاتھ نہیں آئی تھی کہ ان کو روایت کرتے، یا ان کا کوئی اصل پا گئے تھے لیکن کوئی علت اور اعتراض ان میں دیکھا تھا اور جسکی وجہ سے ان کو روایت نہ کر سکے۔ دونوں صورتوں میں یہ احادیث اس قبیل سے نہیں ہیں کہ ان سے کوئی عقیدہ یا کوئی عمل ثابت کیا جا سکے۔ اس قسم کی احادیث محدثین نے بہت ساری ذکر کی ہیں اور ان کتابوں کے طُرق کی زیادتی کی وجہ سے، انہیں دھوکہ لگا اور تواتر کا حکم ان پر لگا دیا، اور یقین اور قطعیت کے لئے ان حدیثوں سے دلیل پکڑی، اور اول، دوئم اور سوئم طبقہ کے خلاف ایک مذہب بنا دیا، اس قسم کی حدیثوں میں بہت زیادہ کتابیں لکھی گئی ہیں، یہاں ان میں سے کچھ کتابیں شمار کرتا ہوں۔

چہارم طبقہ کی کتابیں: اس طبقہ کی کچھ کتابیں یہ ہیں۔

"**كتاب الضعفاء**" ابن حبان کی، حاکم کی تصانیف، "**كتاب الكامل**" ابن عدی کی، ابن مردویہ کی کتابیں، "**كتاب الضعفاء**" عقیلی کی، خطیب کی تصانیف، ابن شاہین کی تصانیف، ابن جریر کی تفسیر، دیلمی کی "**فردوس**"، ابونعیم کی تصانیف، جوزقانی کی

تصنیفات، ابن عساکر کی تصانیف، ابوالشیخ اور ابن نجار کی تصانیف۔

تساہل اور وضع (جھوٹ) درج ذیل موضوعات میں زیادہ واقع ہوا ہے:

مناقب (کسی کی تعریف کرنا) ومثالب (کسی کے عیوب بیان کرنا) تفسیر وشان نزول، تاریخ بنی اسرائیل کے حالات، گزشتہ پیغمبروں کے قصوں، کربلا کے واقعات، کھانے پینے اور جانوروں کے حالات، طب (علاج)، رقی (دم کرنا)، عزائم (رخصت کی ضد)، دعاؤں اور نوافل کے ثواب میں اس قسم کی احادیث آئی ہیں۔ امام ابن جوزی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "موضوعات" میں اس قسم کی حدیثوں پر اکثر اعتراض کیا ہے اور ان کو کمزور ثابت کیا ہے اور ان کے جھوٹے ہونے پر دلائل کئے پیش ہیں۔ اور کتاب "تنزیه الشريعة" اس قسم کی احایث کے رد کے لئے پوری (کافی) ہے۔ اور اکثر عجیب عجیب مسائل جیسے پیغمبر علیہ السلام کی والدہ اور والد صاحب کے اسلام کے بارے میں، اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے پاؤں پر مسح کی روایتیں، اور اسی طرح اور عجیب عجیب روایات ان گزشتہ ذکر شدہ کتابوں میں پائی جاتی ہیں، علامہ سیوطی رحمہ اللہ کی تصانیف اور رسالوں کی بنیاد بھی انہی کتابوں پر ہے، پھر بھی اگر کوئی ان کتابوں سے استفادہ (فائدہ لینے) کا شوق رکھتا ہو، تو چاہئے کہ امام ذہبی رحمہ اللہ کی "میزان الاعتدال" اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی "لسان المیزان" کو ان کتابوں کے رجال (رواۃ) کا حال معلوم کرنے کے لئے سامنے رکھے۔ اور ان کتابوں کی غریب حدیث کی شرح مشکلات اور توجیہات وجوابات کے لئے شیخ محمد طاہر گجراتی کی "مجمع البحار" کافی ہے[1]۔

[1] خلاصہ عجالۂ نافعہ از ص ۴ تا ۸، تالیف شاہ عبدالعزیز دہلوی رحمہ اللہ

حدیث کے موضوع ہونے اور راوی کے جھوٹا ہونے کی نشانیاں

سوال: حدیث کے موضوع ہونے اور راوی کے جھوٹا ہونے کی علامات اور نشانیاں کتنی چیزیں ہیں؟

جواب: شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ نے گیارہ ذکر کی ہیں، وہ فرماتے ہیں، کہ جان لو کہ پہلی نشانی یہ ہے کہ مشہور تاریخ سے خلاف ہو، جیسے یہ کہ ''عبداللہ بن مسعود ﷛ نے صفین کی جنگ میں اس طرح فرمایا'' اور حال یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود ﷛، حضرت عثمان ﷛ کی خلافت کے وقت میں فوت ہوئے ہیں، اس قسم کے جھوٹ اور موضوعات ذرا سا غور و فکر سے معلوم ہو جاتے ہیں۔

دوسری نشانی یہ کہ راوی رافضی (شیعہ) ہو، اور صحابۂ کرام کے طعن (اعتراض کرنے) میں حدیث روایت کرے، یا ناصبی (حضرت علیؓ کے مخالفین) ہو اور اہل بیت کے طعن میں حدیث روایت کرے، وعلیٰ ہذا القیاس یعنی ہر مذہب والا دوسرے مذہب کے خلاف روایت کرے۔

تیسری نشانی یہ کہ ایسی چیز روایت کرے کہ تمام مصنفین پر اس کا پہچاننا اور اس پر عمل کرنا فرض ہو، اور پھر صرف ایک فرد، اسے روایت کرے، تو یہ اس حدیث کے جھوٹ ہونے پر مضبوط قرینہ (دلیل) ہے۔

چوتھی نشانی یہ کہ وقت اور قرینہ اس کے جھوٹ ہونے پر دلالت کرتے ہوں، جیسے غیاث بن میمون کے بارے میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ عباسی خلیفہ مہدی کی مجلس میں گئے، خلیفہ اس وقت کبوتر اڑانے میں مشغول تھے، غیاث نے یہ روایت بیان کی ''لا سبق الا فی خف أو نعل أو حافر أو جناح'' اصل میں ''جناح'' کا لفظ نہ تھا، غیاث نے یہ لفظ

خلیفہ کوخوش کرنے کے لئے اس میں زیادہ کیا۔

پانچویں نشانی یہ کہ عقل اور شریعت کے تقاضوں کے مخالف ہو، اور شریعت کے قاعدے اور اُصول اس کی تکذیب کرتے ہوں، یعنی جھوٹ سمجھتے ہوں، جیسے قضاء عمری کی حدیثیں ہیں، یا اس جیسی اور روایات جیسے ''لا تأکلوا البطیخ حتی تذبحوھا''۔

چھٹی نشانی یہ کہ حدیث میں کسی ایسے قصے کا ذکر ہو کہ دیکھنے کے ساتھ تعلق رکھتا ہو، اور حسی اور واقعی ہو، اور اگر کہیں یہ قصہ سچ ہوتا تو بے شمار لوگ اس کو نقل کر چکے ہوتے، جیسے کہ کوئی ایسے روایت کرے کہ جمعہ کے دن خطیب منبر پر بیٹھا ہوا تھا، لوگوں نے اسے قتل کر دیا اور کھال اس کی اتار دی اور حال یہ ہے کہ اس کا روایت کرنے والا صرف ایک آدمی ہو، دوسرا کوئی اس کو روایت نہ کرتا ہو۔

ساتویں علامت یہ کہ لفظ و معنیٰ کی رکاکت (کمزوری) اس حدیث کے جھوٹ ہونے پر دلالت کرتی ہو، جیسے اس طرح روایت کرے کہ وہ عربیت (صرف ونحو وغیرہ) کے قاعدوں کے مطابق صحیح نہ بنتی ہو، یا اس کا معنیٰ ایسا ہو کہ وہ نبوت کی شان اور عظمت کے مناسب نہ ہو۔

آٹھویں علامت، چھوٹے گناہ پر بہت سخت وعید (دھمکی) یا معمولی سے عمل پر بہت بڑا وعدہ ہو گیا، جیسے ''من صلی رکعتین فلہ سبعون الف دار وفی کل دار سبعون الف بیت وفی کل بیت سبعون الف سریر وعلی کل سریر سبعون الف جاریۃ'' اس قسم کی حدیثیں ثواب کے متعلق ہوں یا عذاب کے، جھوٹ ہیں۔

نویں یہ کہ معمولی عمل پر عمرہ اور حج کے ثواب کا ذکر اس میں ہو (جیسے فضائل کی

کتابوں میں ہوتا ہے)۔

دسویں یہ کہ کسی کام پر پیغمبروں کے برابر ثواب کا اس میں ذکر ہو، یعنی اگر کسی نے یہ کام کیا تو پیغمبر جتنا ثواب اس کو مل جائیگا یا یہ کہ ستر پیغمبروں کا ثواب اس کو ملے گا، یا اس میں ایسے مرتبے کا ذکر ہو کہ پیغمبر کے مرتبے سے زیادہ، یا اس کے برابر ہو۔

گیارہویں یہ کہ اپنی زبان سے یہ اقرار کر لے کہ میں نے اپنی طرف سے حدیثیں بنائی ہیں، جیسے نوح بن ابی عصمۃ نے قرآن مجید کی سورتوں کے بارہ میں اپنی طرف سے حدیثیں بنائی تھیں اور خوب انہیں مشہور کیا اور پھیلا دیا تھا، جیسا کہ تفسیر بیضاوی کے ہر سورت کے آخر میں ذکر ہیں، اور جب نوح بن عصمۃ سے ان حدیثوں کی سند کے بارے میں پوچھا گیا، تو اس نے اقرار کیا کہ ان حدیثوں کے بنانے میں میرا اچھا ارادہ تھا (یعنی میں نے نیک ارادہ سے بنائی ہیں) اور وجہ اس کی یہ تھی کہ لوگ دیگر علوم میں مشغول تھے اور قرآن سے غافل تھے، میں نے ان کی ترغیب اور قرآن کریم کے نزدیک کرنے کے لئے یہ حدیثیں بنائیں، تا کہ قرآن مجید کے علوم حاصل کریں اور اس کی تلاوت میں مشغول ہو جائیں۔ اور حال یہ ہے کہ اس کا یہ عذر گناہ سے بھی زیادہ بدتر ہے، اس لئے کہ قرآن مجید کی فضیلت میں صحیح حدیثیں موجود ہیں، اور لوگوں کی ترغیب کے لئے کافی ہیں، بالکل اسی طرح تمباکو، قہوہ اور حقہ کے بارے میں زیادہ حدیثیں اپنی طرف سے بنائی گئی ہیں اور الفاظ اور معانی کی رکاکت (کمزوری) ان کی ظاہر ہے[1]۔

---

[1] خلاصہ عجالۂ نافعہ ص ۲۹ تا ۳۱

گیارہواں باب

تخریج کا مطلب اور اس کی کتابوں کے بیان میں

سوال: ''تخریج'' کا لفظ درس وتدریس کے دوران اکثر استعمال ہوتا ہے اس کا کیا مطلب ہے؟

جواب: (۱) تخریج لغت میں دو متضاد چیزوں کے ایک جگہ جمع ہونے کو کہتے ہیں، جیسے قاموس (لغت کی کتاب ہے) والا کہتا ہے ''**عام فیه تخریج خصب وجذب** ''یعنی وہ سال کہ اس میں دو چیزیں ارزانی اور قحط سالی جمع ہو جائیں۔ ''**وارض مخرّجه نبتها فی مکان دون مکان** ''یعنی زمین کہ جس کے ایک طرف خاشاک وگھاس ہو، اور دوسری طرف نہ ہو۔ ''**خرج اللّوح تخریجاً کتب بعضاً وترک بعضاً** ''یعنی تختی کے کچھ حصہ پر لکھ لیا اور باقی کو چھوڑ دیا۔ ''**والخرج لونان من بیاض وسواد** ''اور خرج کالے اور سفید دونوں رنگوں کو کہا جاتا ہے۔[۱]

(۲) تخریج استنباط کے معنیٰ میں بھی آیا ہے جیسے کہ قاموس میں ہے۔ ''**ألاستخراج والا ختراج الاستنباط** ''یعنی استخراج، اختراج اور استنباط کے معنیٰ بھی آتا ہے۔ تفعیل سے بھی اسی معنیٰ میں آتا ہے، اور تجربہ اور مشق کے معنیٰ بھی آتا ہے۔ قاموس میں ہے۔ ''**خرّجه فی الادب فتخرّج** ''یعنی اس کو ادب کی مشق کرائی تو اس نے ادب سیکھ لی، اور ''**خرّیج**'' کہا جاتا ہے مفعول کے معنیٰ میں، اور اس کو کہا جاتا ہے کہ علم اور ہنر اس نے سیکھا ہو، اور یہ ظاہر بات ہے کہ علم اور ہنر بغیر مشق کے حاصل نہیں ہوتے۔

---

[۱] القاموس ج/۱، ص/۱۹۱ تا ۱۹۲

(۳) توجیہ (مسئلہ کی وجہ اور علت بیان کرنے) کے معنیٰ میں بھی آتا ہے، جیسے کہ کہا جاتا ہے"خرج المسئلة أي بيّن لها وجهاً" اور فقہاء کی ایک جماعت کو "أصحاب التخریج" کہا جاتا ہے، وہ اسی وجہ سے کہ مجتہدین نے جو مسائل غیر مدلل (دلیل کے ذکر کئے بغیر) بیان کئے ہیں، یہ حضرات ان کی وجہ اور علتیں یعنی ان کی نقلی اور عقلی دلیلیں بیان کرتے ہیں۔ اور "مَخرج" نکلنے اور ظاہر ہونے کی جگہ کو کہا جاتا ہے، جیسے کہ کہا جاتا ہے"هذا مخرجه" اور محدثین کے اس قول"هذا حديث عرف مخرجه" ای موضع خروجه، کا بالکل یہی مطلب ہے۔ اور"حديث عرف مخرجه" مطلب حدیث کی "سند" اور "رُواۃ" ہیں کہ ان کے طریق سے یہ حدیث ظاہر ہوئی ہے، جیسے کہا جاتا ہے"أخرجه البخاري" بالکل اسی معنیٰ میں استعمال ہوتا ہے یعنی امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث کے مخرج کو ظاہر کیا حدیث کی سند کے ذکر کیساتھ، تو معلوم ہوا کہ "مخرج" حدیث کے راوی اور رجال ہیں کہ حدیث کی سند بھی ان کو کہا جاتا ہے، کلام کا خلاصہ یہ ہوا کہ"اخراج اور تخريج" محدثین کے نزدیک ایک معنیٰ میں استعمال ہوتا ہے، یعنی مخرج یعنی رُواۃ ذکر کرنا۔

احادیث کے علماء نے تخریج کو تین معنوں میں استعمال کیا ہے

۱...... کتاب کے ذریعہ لوگوں کو حدیث ظاہر کرنا، ابن الصلاح رحمہ اللہ اپنی کتاب "علوم الحدیث" میں فرماتے ہیں"وللعلماء بالحديث فى تصنيفه طريقتان، احداهما التصنيف على الأبواب وهو تخريجه علىٰ أحكام الفقه وغيرها" (ص/۲۲۸)

ابن الصلاح رحمہ اللہ کے اس قول میں "تخریج" سے لوگوں کے لئے فقہی احکام ہیں یا اور

کچھ احکام ہوں اس میں، اس کے لحاظ کے ساتھ روایت کرنا مراد ہے۔

۲......کتاب کی احادیث نکالنا اور اسی کتاب کی طرف ان کی نسبت کرنا، جیسے علامہ سخاوی رحمہ اللہ اپنی کتاب ''فتح المغیث'' میں فرماتے ہیں ''والتخریج اخراج المحدّث الأحادیث من بطون الاجزاء والمشیخات والکتب ونحوها وعزوها الی من رواها من أصحاب الکتب والدواوین[1]''۔

۳......حدیث کا اصل مرجع اور جس کتاب سے یہ حدیث لی گئی ہے اس کی طرف نسبت کرنا، جیسے کہ علامہ مناوی رحمہ اللہ اپنی کتاب ''فیض القدیر'' میں علامہ سیوطی رحمہ اللہ کے اس قول ''وبالغت فی تحریر التخریج '' کے تحت لکھتے ہیں ''بمعنی اجتهدت فی تهذیب عزو الأحادیث الیٰ مخرجیها من أئمة الحدیث من الجوامع والسنن والمسانید فلا اعزو الیٰ شیء منها الا بعد التفتیش عن حاله وحال مخرجیه ولا اکتفی بعزوه الیٰ من لیس من أهله'' یعنی میں نے یہ کوشش کی ہے کہ احادیث کی، حدیث کے ان علماء کی طرف نسبت کروں، جنہوں نے یہ حدیثیں جمع کی ہیں، خواہ یہ مصنفین جوامع کے مصنفین ہوں، یا سنن اور مسانید کے، اور نسبت تب کرتا ہوں جب اس مصنف اور حدیث کے راوی کے بارے میں خوب تفتیش کرلوں، اور جو لوگ اس فن (حدیث) کے ماہر نہیں ہیں، ان کی طرف نسبت نہیں کرتا۔

تخریج کا اصطلاحی مطلب

آج کل تخریج کے جس اصطلاحی مفہوم کے بارے میں بحث کی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ حدیث سند کے ساتھ نقل کرنا، پھر اس کے بارے میں یہ بتانا کہ یہ حدیث کونسی کتاب

---

[1] فتح المغیث ص ۳۳۸/۲ ج ۲

میں ہے،اور اگر ضرورت ہو تو حدیث کا مرتبہ (کہ ضعیف ہے یا کہ قوی) بیان کرنا، حدیث کے مأخذ سے مراد وہ کتابیں ہیں جن میں حدیث پائی جاتی ہے، (یعنی حدیث ہی کے فن میں لکھی گئی ہوں) جیسے کہ کہا جاتا ہے ''اخرجه البخاری فی صحیحه '' یا ''اخرجه الطبرانی فی معجمه '' یا ''اخرجه مالک فی مؤطاہ '' احادیث کے بارے میں راہنمائی کے لئے جو کتابیں لکھی گئی ہیں، ان میں شرط یہ ہے کہ وہ مصنفات احادیث کے جمع کرنے کیلئے تصنیف کی گئی ہوں نہ کہ دوسرے علوم کیلئے تصنیف کی گئی ہوں اور ضمناً ان (کتابوں جن کو دوسرے علوم کیلئے لکھا گیا ہے) میں کوئی حدیث آئی ہو اس قسم کے مؤلفات اصلی مأخذ نہیں بن سکتے[1]

احادیث کی تخریج کے لئے لکھی گئی مشہور کتابیں

سوال: احادیث کی تخریج کے لئے جو کتابیں لکھی گئیں ہیں، کون کونسی ہیں؟

جواب: احادیث کے علماء نے حدیث کی تخریج کے سلسلہ میں کئی کتابیں لکھی ہیں، ان میں جو مشہور ہیں وہ یہاں ذکر کرتا ہوں۔

(نوٹ): بین القوسین (یعنی بریکٹ) میں اصل کتاب جس کی تخریج کی گئی ہے، کے مصنف کا نام ہے۔

۱.....تخریج احادیث ''المهذب'' (جو کہ ابو اسحٰق شیرازی کی کتاب ہے) محمد موسیٰ الحازمی رحمہ اللہ المتوفی ۵۸۴ھ نے لکھی ہے۔

۲.....تخریج احادیث ''المختصر الکبیر'' (از ابن حاجب رحمہ اللہ)

---

[1] اُصول التخریج ودراسۃ الأسانید ص/۹ تا ۱۲ تالیف دکتور محمود طحان

تالیف محمد بن أحمد بن عبد الہادی المقدسی رحمہ اللہ ۷۴۴ھ۔

۳......نصب الراية فی تخریج أحادیث الهداية (از شیخ مرغینانی رحمہ اللہ) تالیف عبد اللہ بن یوسف الزیلعی رحمہ اللہ ۷۶۲ھ۔

۴......تخریج أحادیث الکشاف (از زمخشری رحمہ اللہ) تالیف حافظ زیلعی رحمہ اللہ۔

۵......البدر المنیر فی تخریج الأحادیث والآثار الواقعة فی الشرح الکبیر (از رافعیؒ) تالیف عمر بن علی الملقن ۸۰۴ھ۔

۶......المغنی عن حمل الأسفار فی الأسفار فی تخریج ما فی الاحیاء من الأثار ، تالیف عبد الرحیم بن الحسین العراقی رحمہ اللہ ۸۰۶ھ۔

۷......تخریج الاحادیث التی یشیر الیها الترمذی فی کل باب "وفی الباب" تالیف حافظ عراقی رحمہ اللہ۔

۸......کشف النقاب عما یقوله الترمذی وفی الباب ، تالیف مولانا الدکتور حبیب اللہ مختار شہید رحمہ اللہ المتوفی ۱۴۱۸ھ۔

۹......التلخیص الحبیر فی تخریج أحادیث شرح الوجیز الکبیر (للرافعی رحمه الله) تالیف أحمد بن علی بن حجر العسقلانی رحمہ اللہ ۸۵۲ھ۔

۱۰......الدراية فی تخریج أحادیث الهداية ، تالیف حافظ ابن حجر رحمہ اللہ۔

اس بات سے باخبر ہونا چاہئے کہ "درایہ" حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی کوئی مستقل تالیف اور تصنیف نہیں ہے، بلکہ یہ امام زیلعی رحمہ اللہ کی "نصب الرایۃ" کا خلاصہ ہے، (یہ دونوں) باہمی اتنا فرق رکھتی ہیں کہ زیلعی رحمہ اللہ نے جو حدیثیں حنفی مذہب اور ہدایہ کے مصنف کی تائید میں ذکر کی

ہیں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے انہیں صاف حذف کر دیا، یا پھر چھوڑ دیا (یعنی ذکر نہیں کیا)، اور شافعی مذہب کی تائید کے لئے احادیث اور آثار لائے ہیں، امام زیلعی رحمہ اللہ نے جو "احادیث الخصوم" کے عنوان سے یعنی جانب مقابل کی حدیثیں ذکر کی تھیں حافظ صاحب نے انہی کو اصل ٹھہرا دیا ہے۔ فسامح اللہ عنہ۔

۱۱...... تحفة الراوی فی تخریج أحادیث البیضاوی، تالیف عبدالرؤف بن علی المناوی رحمہ اللہ سنہ ۱۰۳۱ھ[1]

بارہواں باب

راویوں کے طبقوں اور مرتبوں کے بارے میں

سوال: حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے "تقریب التہذیب" میں راویوں کے لئے ضعف اور قوت کے اعتبار سے جو مرتبے ذکر کئے ہیں وہ کون کونسے ہیں؟

جواب: حافظ صاحب رحمہ اللہ نے اس کتاب میں راویوں کے بارہ/۱۲ مرتبے ذکر کئے ہیں، اور وہ یہ ہیں۔

(۱) پہلا مرتبہ: صحابۂ کرام کا ہے، اسماء الرجال کی کتابوں میں برکت کے لئے ذکر ہوئے ہیں، اور ان کی صحابیت کی تصریح ہوئی ہے (ان پر جرح کا کوئی اعتبار نہیں ہے، اس لئے کہ "الصحابة کلّھم عدول" اتفاقی بات ہے، مترجم غفرلہ ۱۲)

(۲) دوسرا مرتبہ: یہ وہ راوی ہیں کہ اسم تفضیل یعنی "افعل" کے صیغہ کے ساتھ ان کی مدح اور تعریف ہوئی ہو۔ جیسے "أوثق الناس" الفاظ میں ان کی صفت مکرر (تکرار کے ساتھ) ذکر ہوئی ہو جیسے "ثقة ثقة" یا ان کی صفت معنیٰ کے اعتبار سے مکرر ذکر ہوئی

[1] اُصول التخریج ودراسۃ الأسانید ص ۱۸ تا ۱۹

ہو، جیسے "ثقة حافظ"۔

(۳) تیسرا مرتبہ: وہ راوی ہیں کہ تعریف میں ان کی ایک صفت ذکر ہوئی ہو، جیسے "ثقة" یا "متقن" یا "ثبت" یا "عدل"۔

(۴) چوتھا مرتبہ: وہ رواۃ کہ تیسرے مرتبے کے راویوں سے ان کا مرتبہ کم ہو، اور "صدوق" یا "لابأس به" یا "ليس به بأس" کے ساتھ ان کی طرف اشارہ ہوا ہو۔

(۵) پانچواں مرتبہ: وہ رواۃ کہ چوتھے مرتبے کے راویوں سے ان کا مرتبہ کم ہو، اور "صدوق سيئ الحفظ" یا "صدوق يهم" یا "وله أوهام" یا "يخطئ" یا "تغيّره بآخره" سے ان کی طرف اشارہ کیا گیا ہو۔ اور ان کے ساتھ وہ راوی بھی ملحق ہیں کہ جن پر کسی بدعت کی تہمت لگی ہوئی ہو، جیسے شیعہ ہونا یا قدری ہونا، یا ناصبی ہونا، یا مرجئہ اور یا جہمی ہونا۔

(۶) چھٹا مرتبہ: وہ راوی کہ ان سے بہت کم روایات ہوئی ہوں، لیکن ایسی بات ان میں نہ ہو کہ اس کی وجہ سے ان کی حدیث چھوڑ دی جائے، اب اگر اس کا متابع موجود ہو تو "مقبول" کے ساتھ اور اگر متابع اس کا نہ ہو تو "ليّن الحديث" کے ساتھ اشارہ کیا جاتا ہے۔

(۷) ساتواں مرتبہ: وہ راوی کہ روایت تو ان سے بہت لوگوں نے کی ہو، لیکن توثیق ان کی نہ ہوئی ہو (یعنی کسی نے ان کو ثقہ نہ کہا ہو) ان کی طرف "مستور" اور "مجهول الحال" کے لفظ سے اشارہ ہوتا ہے۔

(۸) **آٹھواں مرتبہ:** وہ راوی کہ کسی معتبر آدمی سے ان کی توثیق ذکر نہ ہوئی ہو، (کسی معتبر محدث نے ان کو ثقہ نہ کہا ہو) لیکن ضعیف کا اطلاق ان پر ہوا ہو (یعنی کسی نے ان کو ضعیف کہا ہو)، اگر چہ ان کے ضعیف ہونے کی وجہ مبہم (پوشیدہ) ہو، ان کی طرف "ضعیف" کے لفظ سے اشارہ ہوتا ہے۔

(۹) **نواں مرتبہ:** وہ راوی کہ نہ ایک آدمی سے زیادہ کسی نے ان سے روایت کی ہو، اور نہ ہی ان کی کسی نے توثیق کی ہو، ان کی طرف "مجھول" کے لفظ سے اشارہ ہوتا ہے۔

(۱۰) **دسواں مرتبہ:** وہ راوی کہ کسی نے ان کی توثیق نہ کی ہو بلکہ کسی عیب کی وجہ سے ان کو ضعیف کہا گیا ہو، ان کا "متروک الحدیث" یا "واھی الحدیث" یا "ساقط" کے لفظ سے اشارہ ہوتا ہے۔

(۱۱) **گیارہواں مرتبہ:** وہ رواۃ کہ ان پر جھوٹ بولنے کی تہمت لگی ہوئی ہو۔

(۱۲) **بارہواں مرتبہ:** وہ راوی کہ ان کے بارے میں "کذب" اور "وضع" کا لفظ استعمال ہوا ہو، یعنی جھوٹ بولنے اور اپنی طرف سے حدیث بنانے میں مشہور ہوں۔

فائدہ: راویوں کے مرتبوں کے بیان کے ضمن میں تعدیل اور جرح کے الفاظ بھی معلوم ہو گئے، جیسے "ثقة ثقة" یہ "ثقة" سے زیادہ قوی ہے، اور "ثقة حافظ" "ثقة" کے ساتھ مرتبہ میں برابر ہے۔ اور "صدوق"، "لابأس به" اور "لیس به بأس"، "ثقة" کے مرتبے سے کم ہیں، اور یہ بھی معلوم ہوا کہ "کذب" اور "وضع" کے الفاظ "متهم بالکذب" سے زیادہ سخت ہیں، اور "واهی الحدیث" کا لفظ "مجهول" کے لفظ سے

زیادہ سخت ہے، اور "ضعیف" کا لفظ "مستور" اور "مجهول الحال" کے لفظ سے زیادہ سخت ہے۔[۱]

سوال: راویوں کے طبقات کتنے ہیں؟

جواب: طبقات بارہ قسم پر ہیں اور تفصیل ان کی یہ ہے۔

(۱) پہلا طبقہ: صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا طبقہ ہے باوجودیکہ ان کے مرتبوں میں ایک دوسرے سے فرق ہے۔

(۲) دوسرا طبقہ: کبار تابعین جیسے سعید بن المسیب رحمہ اللہ وغیرہ۔

(۳) تیسرا طبقہ: تابعین کا درمیانہ طبقہ، جیسے ابن سیرین اور حسن بصری رحمہما اللہ تعالیٰ وغیرہ۔

(۴) چوتھا طبقہ: یہ تیسرے طبقے کے ساتھ ملے ہوئے ہیں، اکثر روایات ان کی کبار تابعین سے ہوتی ہیں، جیسے زہری اور قتادہ رحمہما اللہ تعالیٰ وغیرہ۔

(۵) پانچواں طبقہ: صغار تابعین کہ ایک یا دو صحابہ کو دیکھا ہو اور (ان تابعین میں سے بعض کا صحابۂ کرام سے سماع ثابت نہ ہو، جیسے اُعمش رحمہ اللہ تعالیٰ وغیرہ۔

(۶) چھٹا طبقہ: پانچویں طبقے کے ساتھ معاصر ہوں (زمانہ ان کا ایک ہو) لیکن ملاقات ان کی ایک صحابی کے ساتھ بھی ثابت نہ ہو، جیسے ابن جریج وغیرہ۔

(۷) ساتواں طبقہ: کبار اتباع تابعین، جیسے امام مالک، امام ابوحنیفہ اور سفیان ثوری رحمہما اللہ تعالیٰ وغیرہ۔

---

[۱] تقریب التہذیب طبع مجتبائی ص ۲ تا ۳

(۸) آٹھواں طبقہ: تبع تابعین کا درمیانہ طبقہ، جیسے ابن عیینہ اور ابن علیہ رحمہما اللہ تعالیٰ وغیرہ۔

(۹) نواں طبقہ: صغار تبع تابعین، جیسے یزید بن ہارون، امام شافعی، ابو داؤد الطیالسی اور عبد الرزاق رحمہم اللہ تعالیٰ وغیرہ۔

(۱۰) دسواں طبقہ: تبع تابعین سے روایت کرنے والوں کا بڑا طبقہ، کہ تابعین کے ساتھ ان کی ملاقات نہ ہوئی ہو، جیسے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ وغیرہ۔

(۱۱) گیارہواں طبقہ: تبع تابعین سے روایت کرنے والوں کا درمیانہ طبقہ، جیسے محمد بن یحییٰ ذہلی اور امام بخاری رحمہما اللہ تعالیٰ وغیرہ۔

(۱۲) بارہواں طبقہ: تبع تابعین سے روایت کرنے والوں کا چھوٹا طبقہ، جیسے امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ وغیرہ[1]

سوال: مرتبوں اور طبقات کے درمیان کیا فرق ہے؟

جواب: مرتبے جرح وتعدیل اور ضعف وقوت کے اعتبار سے ہوتے ہیں، اور طبقے خیر القرون (یعنی زمانے) کے اعتبار سے ہوتے ہیں، کہ کون سا راوی صحابۂ کرام سے متعلق ہے اور کون سا تابعین کے ساتھ، اور کون سا تبع تابعین کے ساتھ، خواہ وہ چھوٹے طبقے سے ہو، یا درمیانے سے یا بڑے سے، یا اس کا تبع تابعین کے شاگردوں کے ساتھ تعلق ہو۔

---

[1] تقریب التہذیب بزیادۃ یسیرۃ ص ۳

خاتمہ

محدّث اور حدیث شریف کے طالب کے آداب کے بیان میں

محدّث کے آداب میں

۱...... مستحب یہ ہے کہ محدث کی عمر چالیس سال تک پہنچی ہوئی ہو، اس لئے کہ اس عمر میں بدنی اور روحانی قوتیں تمام جمع ہو چکی ہوتی ہیں، اور عقل پختہ ہو چکی ہوتی ہے۔ پیغمبر علیہ السلام بھی جب چالیس سال کے ہوئے تو انہیں نبوت ملی، لیکن ابن الصلاح رحمہ اللہ "**علوم الحدیث** ص ۳۴۶، طبع جدید" میں فرماتے ہیں کہ چالیس سال کی عمر کی شرط اس کے لئے ہے کہ حدیث کے علم میں اس کا اچھا تجربہ نہ ہو۔ اور صحیح بات یہ ہے کہ جب کبھی حدیث کے بیان کرنے کی قوت اس میں پیدا ہو جائے، اور لوگوں کی اس کی طرف حاجت ہو، تو جوان ہونے کے باوجود اس کو چاہئے کہ بیان کردے۔ دیکھئے امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ جوان تھے اور احادیث کا بیان کرنا شروع کر دیا تھا، امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی جوانی (ہی) میں شرعی علوم کا پھیلانا شروع کر دیا تھا۔ محدث کے لئے سب سے پہلے جو چیز لازم اور ضروری ہے، وہ اخلاص، صاف نیت اور تقویٰ ہے۔

۲...... جب اتنے بڑھاپے تک پہنچ جائے کہ حافظہ اس کا کام نہ دے رہا ہو، اور حدیث کے متنوں کا اختلاط (خلط ملط ہونے) اور سندوں کے گڈمڈ ہونے کا خطرہ پیدا ہو جائے، تو چاہئے کہ تدریس سے ہاتھ اٹھالے، اور یہ بات بھی صحت و مزاج اور طبیعت کے ساتھ تعلق رکھتی ہے، اس لئے کہ بہت سارے لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ سو/۱۰۰ سال تک پہنچ جاتے ہیں لیکن پھر بھی ان کی تمام قوتیں اپنی جگہ قائم رہتی ہیں اور زائل نہیں ہوئی ہوتی ہیں۔

۳......یہ بھی مستحب ہے کہ اگر کوئی اس سے عمر یا علم کے لحاظ سے اونچا ہو، یا اس جیسا ہو، اس کے سامنے حدیث بیان نہ کرے۔

۴......اسی طرح ایسے شہر کے اندر کہ اس میں اس سے بڑا محدث ہو، اور لوگوں کو حدیث بیان کرتا ہو، وہاں بھی حدیث بیان نہ کرے۔

۵......اگر کہیں اس سے بڑا محدث بیٹھا ہوا ہو، اور اس سے حدیث کے بارے میں پوچھ لیا جائے، تو چاہئے کہ اس بزرگ اور بڑے محدث کی طرف اشارہ کرے کہ ان سے معلوم کریں۔

۶......کسی کو عدمِ اخلاص کے گمان کی وجہ سے احادیث سے محروم نہیں کرنا چاہئے، ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی نیت درست کردے۔

۷......چاہئے کہ لوگوں کو حدیث کے پہنچانے اور تعلیم دینے میں حریص ہو۔

۸......چاہئے کہ حدیث کے بیان کرنے کے لئے امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کا طریقہ اختیار کرے، وہ جب احادیث بیان کرنے کے لئے بیٹھتے، تو پہلے وضو فرماتے، پھر درس کی جگہ بیٹھ جاتے، داڑھی میں کنگھی فرماتے، خوشبو لگا لیتے، اور وقار اور ہیبت کے ساتھ ایسے بیٹھ جاتے جیسے کہ پیغمبر علیہ السلام خود مجلس میں تشریف فرما ہوں، کھڑے ہونے کی حالت میں حدیث بیان نہ کرتے، اور جلدی بھی نہیں کرتے، اور اگر کوئی حدیث کی مجلس میں آواز زیادہ بلند کرتا، تو اس کو منع فرماتے۔

۹......چاہئے کہ ہر طرف شاگردوں اور سننے والوں کی طرف منہ کرے، اور (جیسے ہمارے زمانے کے طلبہ کی طرح) حدیث جلدی جلدی نہ پڑھے، بلکہ آہستہ آہستہ پڑھے، تاکہ ہر ایک احادیث کے الفاظ کو سمجھ جائے، اور ان کا معنیٰ معلوم کرے۔

۱۰...... یہ بھی مستحب ہے کہ احادیث کے درس کی ابتداء ایسے پڑھنے والے سے کرائے کہ آواز اس کی میٹھی ہو، اور جب پڑھنے والا حدیث پوری کرے، تو محدث پہلے بسم اللہ پڑھے، اور پھر اللہ کی حمد اور ثناء کہے اور پھر پیغمبر علیہ السلام اور دیگر پیغمبروں پر درود شریف پڑھے۔

۱۱...... یہ بھی مستحب ہے کہ جب اپنے استاذ کا ذکر کرے تو چاہئے کہ اس کی تعریف کرے، اسلاف کا بھی یہی طریقہ تھا۔

۱۲...... تمام طلباء کو آواز پہنچانے کے لئے چاہئے کہ ایک بلند و بالا جگہ جیسے کرسی وغیرہ پر بیٹھے، اور اگر ایسا نہیں ہو سکتا تو کھڑے ہو کر حدیث بیان کرے (یا لاؤڈ اسپیکر کا استعمال کرے)۔

حدیث کے طالبعلم کے آداب

۱...... طالب علم کو چاہئے کہ سب سے پہلے عاجزی کیساتھ اللہ کی طرف توجہ کرے اور سبق کے لئے توفیق اور آسانی کی دعاء کرے، چاہئے کہ اس کے خوب اچھے اخلاق ہوں، اور عمر کی حد بھی اتنی ہو کہ یاد کر سکتا ہو۔

۲...... چاہئے کہ فرصت کا وقت غنیمت جانے، سب سے پہلے حدیث کا علم حاصل کرے۔

۳..... چاہئے کہ پہلے اپنے شہر کے اس عالم سے حدیث سنے جس کی سند عالی ہو اور پرہیزگاری اور تقویٰ میں سب سے زیادہ ہو، اور جب اپنے شہر کے محدثین سے فارغ ہو جائے، تو حدیث کے سننے کے لئے دوسری جگہ سفر کرے اور حدیث کے اماموں کا بھی یہی طریقہ رہا ہے۔

۴......سفر کی تکالیف اور (حضر کی) عیش و عشرت کو حدیث کے حاصل کرنے میں رکاوٹ نہ بنائے۔

۵...... ہر قسم کی حدیث جب سنے، اور اس کو یاد کرلے تو اگر عمل کے ساتھ تعلق رکھتی ہے تو اس پر عمل کرے اس لئے کہ یہ عمل، علم کی زکوٰۃ ہے۔

٦......چاہئے کہ جس استاذ سے حدیث سنے اس کی تعظیم اور احترام کرے، اس لئے کہ یہ علم کا احترام اور عزت ہے، استاذ کے ساتھ طویل گفتگو نہ کرے، اس لئے کہ وہ اس پر ناراض ہوسکتا ہے، اکثر ایسا ہوجاتا ہے کہ استاذ کی ناراضگی علم سے محرومی کا سبب بن جاتی ہے۔

۷......چاہئے کہ اپنے کاموں میں استاذ سے مشورہ لے، اور اگر اس کو فائدہ پہنچے، تو اوروں کو بھی یہی مشورہ دے۔

۸......یہ خیال نہ کرے کہ یہ تو مجھ سے عمر کے لحاظ سے، یا مرتبہ یا نسب کے لحاظ سے نیچے ہے، اور اس طرح تکبر کی وجہ سے اس استاذ سے حدیث سننا چھوڑ دے، یہ نہ کرے۔ بلکہ چاہئے کہ استاذ کی سختی اور غصہ برداشت کرے۔

۹......چاہئے کہ جو احادیث اسلام کی بنیاد ہیں اور ضروری ہیں ان کو پہلے سنے، اور غیر ضروری راویوں کی کثرت کی وجہ سے ویسے ہی اپنا وقت ضائع نہ کرے۔

۱۰......ہر جزء یا کتاب جب سنے، چاہئے کہ پورا سنے، بغیر کسی ضرورت کے کچھ سننا اور کچھ چھوڑنا نہیں چاہئے۔

۱۱......حدیث کا صرف سننا کافی نہیں ہے، بلکہ اپنی سنی ہوئی احادیث کے ضعف و صحت اور معنیٰ وفقہ کو خوب جان لے اور اپنے آپ کو خوب اس پر باخبر کرے، یہاں تک کہ

اعراب، لغت اوران حدیثوں کے اُسماء الرجال سے بھی اپنے آپ کو اچھی طرح واقف کرے۔

۱۲......علم کے حاصل کرنے کے دوران اس طریقہ پرعمل کرے۔

(۱) پہلے صحیح بخاری اور صحیح مسلم سنے۔

(۲) پھر سنن أبی داؤد ، سنن ترمذی ، سنن نسائی ،اور سنن ابن ماجة۔

(۳) پھر سنن کبری للبیهقیؒ اور شرح معانی الآثار للطحاویؒ۔

(۴) پھر مسانید، جیسے مسند أحمد بن حنبلؒ وغیرہ۔

(۵) چاہئے کہ تاریخ کے لئے "التاریخ الکبیر للبخاریؒ " اور "تاریخ أبی خیثمة" مطالعہ میں رکھے۔

(۶) اور "جرح وتعدیل" کے لئے "کتاب الجرح والتعدیل لابن أبی حاتم" دیکھے۔

(۷) اور مشکل ناموں کو پہچاننے کے لئے ابن ماکولا رحمہ اللہ کی کتاب (تهذیب مستمرّ الأوهام علیٰ ذوی المعرفة وأولی الأفهام) اپنے پاس رکھے۔

(۸) غریب الحدیث کے حل کے لئے محدث گجراتی کی "مجمع البحار" اور ابن اُثیر کی "نهایة" کافی ہے۔

(۹) حدیث اپنی استطاعت کے مطابق کم پڑھے، تاکہ مطلب تک ان کے پہنچنا آسان ہو۔

....

[۱] ملخص از "الخلاصہ فی أصول الحدیث، تالیف حسین بن عبداللہ الطیبی رحمہ اللہ ازص ۱۴۰ تا ۱۴۳

الحمد للہ، آج پیر کے دن، عصر چار بجے، جمادی الثانی کی دوسری تاریخ ۱۴۱۵ھ اور نومبر کی ساتویں تاریخ ۱۹۹۴ء کو اس کتاب کے ترجمہ سے فارغ ہوا۔

وکتبہٗ

ابو یوسف محمد ولی درویش غفرلہٗ

الأستاذ بجامعۃ العلوم الاسلامیۃ

۲/۶/۱۴۱۵ھ بمطابق ۷/۱۱/۱۹۹۴ء

اور اس کی نظرِ ثانی سے اتوار کے دن، شوال کی سترہویں تاریخ ۱۴۱۵ھ بمطابق ۱۹ مارچ ۱۹۹۵ء کو فارغ ہوا۔ فلہ الحمد أوّلاً وآخراً وظاهراً وباطناً وصلّى الله على خير خلقه محمّد واٰله وصحبه أجمعين وعلىٰ من تبعهم باحسان الىٰ يوم الدين . آمين يا رب العلمين.

وکتبہٗ

ابو یوسف محمد ولی درویش غفرلہٗ

۱۷/۱۰/۱۴۱۵ھ بمطابق ۱۹/۳/۱۹۹۵ء

....

....

الحمد للہ کہ آج بروز پیر تاریخ ۳ صفر الخیر ۱۴۲۹ھ بمطابق ۱۱ فروری ۲۰۰۸ء بوقت عشاء ساڑھے آٹھ بجے کتاب ''ألجهد الأثيث في ترجمة السعي الحثيث في مصطلح الحديث'' کے اردو ترجمہ سے بفضلہٖ تعالیٰ وعونہٖ فارغ ہوا، جبکہ اس کی ابتداء بتاریخ ۸ محرم الحرام ۱۴۲۹ھ بمطابق ۱۸ جنوری ۲۰۰۸ء بروز جمعہ بوقت عصر ۶ بجے کو

بتوفیق اللہ ہوئی تھی۔ والحمد للہ رب العلمین.

وکتبہ

محمد عمران ولی

مجلس دعوۃ وتحقیق اسلامی

جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

۳-۲-۱۴۲۹ھ/ ۱۱-۲-۲۰۰۸ء

....

اور اس کی نظر ثانی سے آج بروز پیر بتاریخ ۲۴ صفر الخیر ۱۴۲۹ھ بمطابق ۳ مارچ ۲۰۰۸ء بوقت عصر ۶ بجے فارغ ہوا۔ والحمد للہ علی ذلک حمداً کثیراً والصلوٰۃ والسلام علی سید الانبیاء والمرسلین وعلی اٰلہ ومن تبعھم باحسان الی یوم الدین وتقبل منا انک انت السمیع العلیم بحرمۃ نبیک الکریم. أللھم آمین.

وکتبہ

محمد عمران ولی

۲۴-۲-۱۴۲۹ھ/ ۳-۳-۲۰۰۸ م

فہرس مراجع

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف
۱	مقدمہ شرح سفر السعادۃ	شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمہ اللہ
۲	عجالۂ نافعہ	شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ
۳	بستان المحدثین	شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ
۴	الخلاصہ فی أصول الحدیث	شارح مشکوٰۃ علامہ طیبی رحمہ اللہ
۵	شرح نخبۃ الفکر	علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ
۶	تقریب التہذیب	علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ
۷	شرح شرح النخبۃ	ملا علی قاری الہروی رحمہ اللہ
۸	تیسیر مصطلح الحدیث	دکتور محمود الطحّان
۹	أصول التخریج ودراسۃ الأسانید	دکتور محمود الطحّان
۱۰	قواعد فی علوم الحدیث	علامہ ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ
۱۱	مقدمہ فتح الملہم	علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ
۱۲	من أطیب المنح فی علم المصطلح	عبد الکریم مراد وعبد المحسن العباد
۱۳	تدریب الراوی	امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ
۱۴	معارف السنن	محدث العصر سید محمد یوسف البنوری رحمہ اللہ
۱۵	المنظومۃ البیقونیۃ	عمر بن محمد فتوح الدمشقی رحمہ اللہ
۱۶	علوم الحدیث	علامہ ابن الصلاح رحمہ اللہ

......تمت بالخیر......

بیاد

حضرت مولانا مفتی محمد ولی درویش رحمۃ اللہ علیہ

"وہ فدائے مصطفیٰ ﷺ تھے چل بسے"

اک یارِ باوفا تھے چل بسے
وہ فدائے مصطفیٰ تھے چل بسے

شاعر و مفتی ادیب بے بدل
بس وہ مردِ باخدا تھے چل بسے

باغبانِ گلشنِ اسلام تھے
خوش مزاج و خوش لقا تھے چل بسے

ترجمانِ مسلکِ احناف وہ
حامی دینِ ھدیٰ تھے چل بسے

اک محقق، صاحب شرع و طریق
اہلِ دل دردِ آشنا تھے چل بسے

نکتہ دان و نکتہ سنج و نکتہ بین
حق شعار و حق ادا تھے چل بسے

زاہد و عابد مجاہد سر بکف
وہ فقیرِ بے نوا تھے چل بسے

بزمِ یاراں میں رہے عالی مقام
رند مشرب باصفا تھے چل بسے

محفلوں میں انجمن آرا رہے
عکسِ تسلیم و رضا تھے چل بسے

تھے ظرافت میں بھی یکتا اور فرد
دل نشین و دل کشا تھے چل بسے

وصفِ درویشی میں فانیؔ بے بدل
در حقیقت اک گدا تھے چل بسے

مولانا حافظ محمد ابراہیم فانیؔ صاحب زیدہ مجدہٗ
استاذ دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

"وہ درویشِ زمانہ تھے"

وہ مفتی تھا ، ولی بھی تھا ، وہ درویشِ زمانہ تھا
چراغِ زُہد و تقویٰ ، علم و دانش کا خزانہ تھا
محبت تھی اسے سارے چمن کے پھول کلیوں سے
گلستانِ بنوری ٹاؤن سے بندھن پرانا تھا
جہاں کی رونقوں ، رعنائیوں اور شوخیوں میں بھی
خدا سے آشنا ، رنگین دنیا سے بیگانہ تھا
احادیث و فقہ ، تفسیر کے وہ علم کا ماہر
صفِ اوّل کا شیدائی ، تہجّد کا دیوانہ تھا
جو دل آباد تھا اس کا خدا کے خوف سے ہر دم
لبِ شیریں پہ ذکرِ الٰہی کا ترانہ تھا
میرا سوزِ جگر پوچھے ، میری چشمان تر پوچھیں
کہاں ہے باصفا وہ جنکا چہرہ مؤمنانہ تھا
چمن ویراں ، فضائیں رو رہی ہیں ان کے جانے سے
بہت بے رنگ ہے بے کیف جو منظر سہانا تھا
بسیرا اب کہاں ہوگا تیرا اے نغمہ زن بلبل!
وہ شاخِ گل ہی ٹوٹی ہے جہاں پر آشیانہ تھا
کرینگے ناز سیفی جو رہے ہیں ان کی صحبت میں
کہ جن کی روشنی علم سے روشن زمانہ تھا

مولانا خالد ولید سیفی
فاضل جامعۃ العلوم الاسلامیۃ
۱۹ اگست ۱۹۹۹ء

Scanned with CamScanner